ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

مئی 2021ء
جلد نمبر 22 شمارہ نمبر 05

یادگار ظہور قدرت ثانیہ قادیان

مسجد نور قادیان

وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا

مسجد مبارک ربوہ

مسجد فضل لندن

مقامات
ظہور قدرتِ ثانیہ

رمضان المبارک کا آخری عشرہ

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 30 اپریل 2021ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج کل ہم ماہ رمضان میں سے گذر رہے ہیں اور دو دن تک آخری عشرہ میں بھی شامل ہونے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک موقع پر کہ اللہ تعالیٰ آخری عشرہ میں، رمضان کے آخری عشرہ میں جہنم سے نجات دیتا ہے۔ پس ہمیں ان دنوں میں خاص طور پر اپنی عبادتوں کو سنوارنے اور درود و استغفار پڑھنے، توبہ کرنے، دعائیں کرنے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بھی حق ادا کرنے اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن کر جہنم سے بچنے والے ہوں۔

ان برکات سے ممکن حد تک مستفیض ہونے کے لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کثرت کے ساتھ درود شریف اور اِستغفار کا وِرد کرنے کی تلقین فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْۢبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

درود شریف کے فضائل اور استغفار کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد فرمایا:

پس ان دنوں میں بہت زیادہ توبہ و استغفار ہمیں کرنی چاہیے کہ رمضان کا مہینہ قبولیت دعا کا مہینہ بھی ہے اور اس کا آخری عشرہ جہنم سے بچانے والا بھی ہے۔ گناہوں سے معافی اور نیکیاں کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی ملتی ہے۔ اگر اس سے ہم جڑ جائیں، اللہ تعالیٰ سے ہم جُڑ جائیں تو ہماری دنیا و عاقبت سب سنور جائے گی۔.................رمضان کی دعاؤں میں مخالفین کے شر سے بچنے کے لئے بھی بہت دعائیں کریں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ بعض جگہ احمدی بہت زیادہ مشکلات میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے، ان کو مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے، پاکستان کے احمدی خود بھی خاص طور پر ان دنوں میں اپنے لئے اور جماعتی حوالہ سے بھی بہت زیادہ دعائیں کریں۔ پھر آج کل اسی طرح جو کورونا کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس سے محفوظ رہنے کے لئے بہت دعا کریں، اللہ تعالیٰ اس بلا سے بھی دنیا کو نجات دے، ہمیں بھی محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی رنگ میں درود و استغفار کرنے والا بنائے، آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ

وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا

اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں خلافتِ حقّہ کی کچھ علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ خلافت کے ذریعے اللہ تعالیٰ مومنوں کے خوف کی حالت کو امن میں بدل دیتا ہے۔ خداتعالیٰ کے وعدے کئی کئی جہتوں سے پورے ہوا کرتے ہیں۔ یہ علامت پہلی مرتبہ رسولِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد اُس وقت پوری ہوئی جب حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر مسلمان اکٹھے ہوئے۔ وہ شدید صدمہ جو آنحضرت ﷺ کے فراق کے نتیجے میں ان کے دلوں میں پیدا ہوا تھا، وہ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر جمع ہو جانے سے امن میں بدل گیا۔ اسی واقعے کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ ”جب کہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہوگئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے۔ تب خداتعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو کھڑا کرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا۔ یعنی خوف کے بعد ہم پھر ان کے پیر جما دیں گے“۔
(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20، صفحہ 305)

جس طرح خداتعالیٰ کا یہ وعدہ انتخابِ خلافت کے موقع پر پورا ہوتا ہے، اسی طرح یہ وعدہ بعد میں بھی مسلسل پورا ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ہی کے آغازِ خلافت کے زمانے میں مسلمانوں کو کئی مشکلوں اور فتنوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کا ایک قول محفوظ ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی درج کیا ہے۔ ”میرے باپ پر جبکہ وہ خلیفۂ رسول اللہ صلعم مقرر کیا گیا وہ مصیبتیں پڑیں اور وہ غم دل پر نازل ہوئے کہ اگر وہ کسی پہاڑ پر پڑتے تو وہ پاش پاش ہو جاتا اور زمین سے ہموار ہو جاتا“۔ (تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 6، صفحہ 142)۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جماعت کو حضرت ابوبکرؓ کی قیادت میں ان تمام مصیبتوں اور فتنوں سے نکالا اور ثابت کیا کہ وہی نصرت جو مسلمانوں کو نبوت کے زمانے میں نصیب تھی وہ خلافت کے دور میں بھی ان کے ساتھ ہے۔

ایک تیسری جہت اس وعدے کی حضرت مصلحِ موعودؓ نے تفسیر کبیر میں بیان فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو جو دلوں میں خوف پیدا کرسکتی ہیں خلفاء کے لیے تسکین کا باعث بنا دیتا ہے یا ان باتوں کو دور کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا ذکر فرماتے ہیں کہ کس جرأت مندی سے آپؓ نے حضرت معاویہؓ کی تمام گزارشات کو ردّ کر دیا جو وہ آپؓ کی حفاظت کے لیے کر رہے تھے۔ اور جب حملہ آور آپؓ کے گھر میں داخل ہوگئے تب بھی آپؓ کمال بہادری سے ان کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپؓ شہید ہوگئے۔

ایک عجیب جہت اس آیت کی یہ بھی ہے کہ خلافتِ حقّہ نہ صرف اپنوں کو بلکہ غیروں کو بھی امن و امان دینے والی قوت کا نام ہے۔ اس زمانے میں بعض مسلمان دنیا بھر میں بدامنی اور فساد پھیلانے کی وجہ سے بدنام ہیں۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہی ہیں جو دنیا بھر میں امن کے قیام کے لیے کوشاں ہیں، جو دنیا کو امن کی راہ دکھا رہے ہیں اور خود ایک امن بخش وجود ہیں۔ جو کوئی ان کے قرب میں آتا ہے اس کی تاثیر محسوس کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدۡ اِمَامَنَا بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ، آمین۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی

رمضان/شوال 1442ہجری قمری | مئی 2021ء | جلد نمبر 22 | شمارہ نمبر 05 | ہجرت 1400ہجری شمسی

فہرست مضامین

04	قال اللہ جلّ جلالہٗ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
05	تبرکات: خلافت اَمن کی ضمانت
06	نظم: سب پر یہ اِک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
07	خطبہ جمعہ: خلیفہ وہی ہے جسے خدا بناتا ہے
14	نئ صدی کا ایک عظیم عہد
15	حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا علمی مقام
18	صلیب عشق پر چڑھنے کی دیر تھی مضطرؔ
19	چراغ خلافت کی ضیاء پاشیاں
22	'کھلا تو ہے تیری جنت کا باب جانے دے'
25	عید الفطر اور صیامِ شوّال کے احکام و مسائل
27	قدم شہادت گہِ محبّت میں ہم نے رکھا ہے
30	جو گزر گئی ہیں قیامتیں
31	نظم: شہرِ ستم میں گزری قیامت کا تذکرہ
32	دلچسپ سائنسی خبریں
33	اپنی کہانی اپنی زبانی
36	نظم: محاذِ حرف پہ تھا ذوالفقار جس کا قلم
37	جرمنی کے شب و روز
38	میرے اباجان کی سائنسی تحقیق اور جانو جرمن
41	مکرم عبدالغفور بھٹی صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر
43	جماعتی سرگرمیاں: وقارِ عمل ہے وقارِ جماعت
45	یُصَلُّونَ عَلَیکَ صُلَحَاءُ العَرَبِ وَاَبدَالُ الشَّامِ
48	بلانے والا ہے سب سے پیارا (اعلانات وفات)

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارہ جات مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر بھی دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں

https: //www.alislam.org/akhbar-e-ahmadiyya/

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیران

محمد انیس دیالگڑھی، مدبّر احمد خان

معاونین

سلطان احمد قمر، سید سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبدالرحمٰن مبشر، سید افتخار احمد، ریاض محمود باجوہ

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

مرزا لطف القدوس، آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِورق

احسان اللہ ظفر

مینیجر

سید افتخار احمد

کیلیگرافی

سعید اللہ خان

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی

Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

25

04

07

19

15

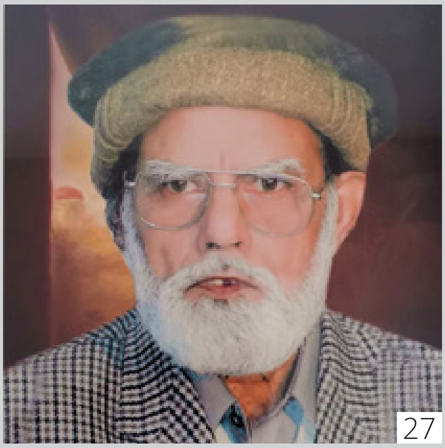
27

45

43

43

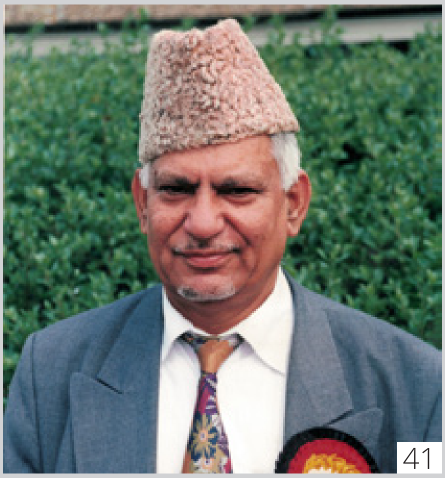
41

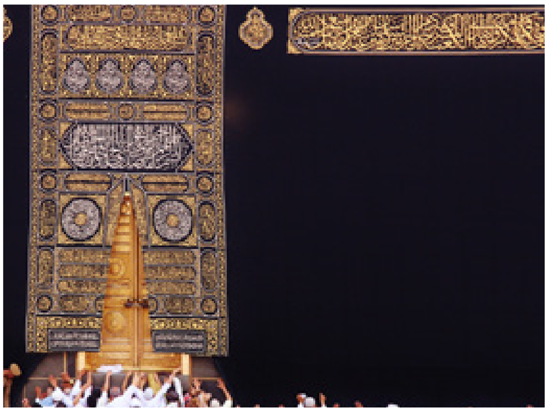

قال اللہ جلّ جلالہٗ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ

(النور:56)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى خُلَفَائِي قَالُوْا وَمَنْ خُلَفَائُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ۔ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ سُنَّتِيْ وَ يُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ۔

(کنزالعمال جلد 5 صفحہ 230)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت ہو میرے خلفاء پر۔ صحابہ نے عرض کیا۔ رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا: وہ جو میری سنت سے محبت رکھیں گے اور اسی کی تعلیم لوگوں کو دیں گے۔

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس اُمت پر دو زمانے بہت خوفناک آئیں گے۔ ایک وہ زمانہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آیا۔ اور دوسرا وہ زمانہ جو دجّالی فتنہ کا زمانہ ہے جو مسیحؑ کے عہد میں آنے والا تھا جس سے پناہ مانگنے کے لئے اس آیت میں اشارہ ہے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ(الفاتحہ:7) اور اسی زمانہ کے لئے یہ پیشگوئی سورہ نور میں موجود ہے۔ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا اس آیت کے معنے پہلی آیت کے ساتھ ملا کر یہ ہیں کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دین پر آخری زمانہ میں ایک زلزلہ آئے گا اور خوف پیدا ہوجائے گا کہ یہ دین ساری زمین پر سے گم نہ ہو جائے۔ تب خداتعالیٰ دوبارہ اس دین کو روئے زمین پر متمکن کر دے گا اور خوف کے بعد امن بخش دے گا

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 187)

خلافت اَمن کی ضمانت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

ہمارے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ایک خطرناک زمانہ پیدا ہوگیا تھا۔ کئی فرقے عرب کے مرتد ہوگئے تھے بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور کئی جھوٹے پیغمبر کھڑے ہوگئے تھے اور ایسے وقت میں جو ایک بڑے مضبوط دل اور مستقل مزاج اور قوی الایمان اور دلاور اور بہادر خلیفہ کو چاہتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر کئے گئے اور ان کو خلیفہ ہوتے ہی بڑے غموں کا سامنا ہوا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ بباعث چند در چند فتنوں اور بغاوت اعراب اور کھڑے ہونے جھوٹے پیغمبروں کے میرے باپ پر جبکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلعم مقرر کیا گیا وہ مصیبتیں پڑیں اور وہ غم دل پر نازل ہوئے کہ اگر وہ غم کسی پہاڑ پر پڑتے تو وہ بھی گر پڑتا اور پاش پاش ہو جاتا اور زمین سے ہموار ہو جاتا۔ مگر چونکہ خدا کا یہ قانونِ قدرت ہے کہ جب خدا کے رسول کا کوئی خلیفہ اس کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے تو شجاعت اور ہمت اور استقلال اور فراست اور دل قوی ہونے کی رُوح اس میں پھونکی جاتی ہے۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 185 روحانی خزائن جلد 17)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

سو کسی قسم کا خلیفہ ہو اس کا بنانا جنابِ الٰہی کا کام ہے۔ آدم کو بنایا تو اس نے۔ داؤد کو بنایا تو اس نے۔ ہم سب کو بنایا تو اس نے۔ پھر حضرت نبی کریم ﷺ کے جانشینوں کو ارشاد ہوتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا...(النور:56) جو مومنوں میں سے خلیفے ہوتے ہیں ان کو بھی اللہ ہی بناتا ہے۔ ان کو خوف پیش آتا ہے مگر خدا تعالیٰ ان کو تمکنت عطا کرتا ہے۔ جب کسی قسم کی بدامنی پھیلے تو اللہ ان کے لئے امن کی راہیں نکال دیتا ہے۔ جو ان کا منکر ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ اعمال صالحہ میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ دینی کاموں سے رہ جاتا ہے۔(خطبات نور صفحہ 605، خطبہ جمعہ فرمودہ 12 ستمبر 1913ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

پانچویں علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی جب بھی قومی طور پر اسلامی خلافت کیلئے کوئی خوف پیدا ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں نورِ ایمان باقی ہوگا اللہ تعالیٰ اس خوف کے بعد ضرور ایسے سامان پیدا کردے گا کہ جن سے مسلمانوں کا خوف امن سے بدل جائے گا۔...... خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا۔(تفسیر کبیر جلد 6 ص 377-378)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قرآن کریم میں خلافت کے دو کام بتائے گئے ہیں ایک ہے تمکین دین اور دوسرا ہے خوف سے حفاظت اور قرآن کریم کی رو سے یہ دونوں کام جب تک خلافت ہے کسی اور کے ذریعہ سے سرانجام نہیں پا سکتے۔ اس لئے (جس طرح پہلے الٰہی سلسلوں میں ہمیشہ یہ ہوتا رہا ہے) جماعت احمدیہ میں بھی مختلف تنظیمیں تمکین دین اور خوف کو امن سے بدلنے کے سامان پیدا کرنے کے لئے بطور ہتھیار کے ہوتی ہیں اور یہ ہتھیار خلیفہ وقت کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔(مشعل راہ جلد دوم ص 210)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ربوہ کی ایک ایک گلی گواہ ہے بڑے سے بڑا ابتلاء جو ممکن ہوسکتا تھا۔ تصور میں آسکتا تھا وہ آیا اور گزر گیا اور کوئی زخم نہیں پہنچا سکا جماعت کو یہ وہ آخری بڑے سے بڑا ابتلا ممکن ہوسکتا تھا جو آیا اور جماعت بڑی کامیابی کے ساتھ اس امتحان سے گزر گئی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے ہوئے۔ اب آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ خلافتِ احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکے گی اور خلافتِ احمدیہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشوونما پاتی رہے گی۔

(خطبات طاہر جلد 1 ص 17-18)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

پس اس کا ایک ہی حل ہے کہ پہلے مسیح موعودؑ کو مانیں اور پھر آپ علیہ السلام کے بعد آپ کی جاری خلافت کو مانیں۔ یہ وہ خلافت ہے جو شدت پسندوں کا جواب شدّت پسندی کے رویّے دکھا کر قائم نہیں ہوئی۔ مسلم اُمّہ کے دو گروہوں کے درمیان گولیاں چلانے اور قتل و غارت کرنے سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے رحم کو جوش دلانے سے قائم ہونے والی خلافت ہے۔ اور جو خلافت اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کی عنایت سے ملے گی تو وہ نہ صرف مسلم اُمّہ کے لئے محبت پیار کی ضمانت ہوگی بلکہ کُل دنیا کے لئے امن کی ضمانت ہوگی۔ حکومتوں کو اُن کے انصاف اور ایمانداری کی طرف توجہ دلائے گی۔ عوام کو ایمانداری اور محنت سے فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائے گی۔

(خطبات مسرور جلد نہم صفحہ 98-99۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 25 فروری 2011ء)

سب پر یہ اِک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزمِ مُقبلانہ وہ ہمّت نہیں رہی

وہ عِلم وہ صلاح وہ عِفّت نہیں رہی
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ دَرد وہ گداز وہ رِقّت نہیں رہی
خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی اُلفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی

حمق آ گیا ہے سر میں وہ فِطنَت نہیں رہی
کَسَل آ گیا ہے دِل میں جلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فِکر وہ قیاس وہ حِکمت نہیں رہی

دُنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ اُنس و شوق و وَجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حدّ و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ، سچ کی تو عادت نہیں رہی
نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سَو سَو ہے گند دِل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی

خوانِ تہی پڑا ہے وہ نِعمت نہیں رہی
دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دِل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اِک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اِک پُھوٹ پڑ رہی ہے، مؤدّت نہیں رہی

(درثمین۔ ’اشاعتِ دین بزورِ شمشیر حرام ہے‘)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

خلیفہ وہی ہے جسے خدا بناتا ہے

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (سورۃ النور:56)

اس کا ترجمہ ہے: کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے ان سے اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے، یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خلافت کا وعدہ کیا ہے لیکن ساتھ شرائط عائد کی ہیں کہ ان باتوں پر تم قائم رہو گے تو تمہارے اندر خلافت قائم رہے گی۔ لیکن اس کے باوجود خلافت راشدہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں صرف تیس سال تک قائم رہی۔ اور اس کے آخری سالوں میں جس طرح کی حرکات مسلمانوں نے کیں اور جس طرح خلافت کے خلاف فتنے اٹھے اور جس طرح خلفاء کے ساتھ بیہودہ گوئیاں کی گئیں اور پھر ان کو شہید کیا گیا۔ اس کے بعد خلافت راشدہ ختم ہوگئی اور پھر ملوکیت کا دور ہوا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرما دیا تھا اور اس ارشاد کے مطابق ہی تھا کہ اگر تم ناشکری کرو گے تو فاسق ٹھہرو گے۔ اور فاسقوں اور نافرمانوں کا اللہ تعالیٰ مددگار نہیں ہوا کرتا تو بہرحال اسلام کی پہلی تیرہ صدیاں مختلف حالات میں اس طرح گزریں جس میں خلافت جمع ملوکیت رہی پھر بادشاہت رہی پھر اس عرصہ میں دین کی تجدید کے لئے مجدد بھی پیدا ہوتے رہے۔ یہ ایک علیحدہ مضمون ہے، اس کا ویسے تو میں ذکر نہیں کر رہا۔

لیکن جو بات میں نے کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خوشخبریاں دی تھیں اور جو پیشگوئیاں آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اپنی امت کو بتائی تھیں اس کے مطابق مسیح موعودؑ کی آمد پر خلافت کا سلسلہ شروع ہونا تھا اور یہ خلافت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق دائمی رہنا تھا اور رہنا ہے ان شاء اللہ۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت علیٰ مِنۡہَاجِ النُّبُوَّۃ قائم ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہو گی جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے۔ پھر جب یہ دور ختم ہو گا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دور کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی اور یہ فرما کر آپؐ خاموش ہو گئے۔ (مسند احمد بن حنبل۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الانذار والتحذیر الفصل الثالث)

پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم اس دور میں اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں اور اس دائمی خلافت کے عینی شاہد بن گئے ہیں بلکہ اس کو ماننے والوں میں شامل ہیں اور اس کی برکات سے فیض پانے والے بن گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت ایک مبارک امت ہے۔ یہ نہیں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت ایک مبارک امت ہے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ اس کا اوّل زمانہ بہتر ہے یا آخری زمانہ

معلوم ہو سکے گا کہ اس کا اوّل زمانہ بہتر ہے یا آخری زمانہ، یعنی دونوں زمانے شان و شوکت والے ہوں گے۔

اس آخری زمانے کی بھی وضاحت آنحضرت ﷺ نے خود ہی فرما دی کہ وہ کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی جب آپؐ نے اس کی آیت {وَ آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ} پڑھی جس کے معنے یہ ہیں کہ کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان صحابہؓ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے۔ تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ تو حضور ﷺ نے اس سوال کا جواب نہ دیا۔ اس آدمی نے تین دفعہ یہ سوال دوہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اٹھ گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ واپس لے آئیں گے۔

یعنی آخرین سے مراد وہ زمانہ ہے جب مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور اس پر ایمان لانے والے، اس کا قرب پانے والے، اس کی صحبت پانے والے صحابہ کا درجہ رکھیں گے۔ پس جب ہم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ زمانہ پانے کی توفیق عطا فرمائی جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنے زمانے کا درجہ دیا ہے۔ تو یہ بھی ضروری تھا کہ اس پیشگوئی کے مطابق خلافت علیٰ منہاج نبوت بھی قائم رہے۔ یہاں یہ وضاحت کر دی ہے جیسا کہ پہلے حدیث (کی روشنی) میں مَیں نے کہا کہ مسیح موعود کی خلافت عارضی نہیں ہے بلکہ یہ دائمی خلافت ہو گی۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس آیت کی کچھ وضاحت کرتا ہوں، آپؑ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے، دوسرے ایسے وقت جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشیں نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ {وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا} (النور:56)۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزلِ مقصود تک پہنچاویں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا۔ جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا"۔

فرمایا: "سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں

تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا

نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے"۔ اور یہ وعدہ بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس لئے اس وقت تک ہے جو لوگ نیک اعمال بجا لاتے رہیں گے وہ ہی خلافت سے چمٹے رہیں گے۔ "اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا

وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں

> "میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے"

اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر ہے، اپنی موت کو قریب سمجھو۔ تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی"۔

اور فرمایا کہ: "چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں"۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کئی کھڑے ہو جائیں بیعت کرنے کے لئے بلکہ مختلف اوقات میں ایسے آتے رہیں گے۔ "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو"۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304 تا 307)

چنانچہ دیکھ لیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپؑ نے ہمیں خوشخبریاں بھی دے دی تھیں کہ آپؑ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ان شاء اللہ خلافت دائمی رہے گی اور دشمن دو خوشیاں کبھی نہیں دیکھ سکے گا کہ ایک تو وفات کی خبر اس کو پہنچے اور اس پر خوش ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ایسے بھی تھے جنہوں نے خوشیاں منائیں اور پھر یہ کہ وہ جماعت کے ٹوٹنے کی خوشی وہ دیکھ سکیں گے، یہ کبھی نہیں ہو گا۔ دشمن نے بڑا شور مچایا، بڑا خوش تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ تھا کہ {مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا} کا ہمیں نظارہ بھی دکھایا۔ اور بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اب کافی عمر رسیدہ ہو چکے ہیں، طبیعت کمزور ہو چکی ہے اور شاید اس طرح خلافت کا کنٹرول نہ رہ سکے اور شاید وہ خلافت کا بوجھ نہ اٹھا سکیں اور انجمن کے بعض عمائدین کا خیال تھا کہ اب ہم اپنی من مانی کر سکیں گے۔ کیونکہ عمر کی وجہ سے بہت سارے معاملات ایسے ہیں جو اگر ہم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں نہ بھی پیش کریں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا اور ان کو پتہ نہیں چلے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دشمن کی یہ تمام اندرونی اور بیرونی جو بھی تدبیریں تھیں ان کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور اندرونی فتنے کو بھی دبا دیا اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح ہر موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس فتنہ کو دبایا اور کتنے زور اور شدت سے اس کو دبایا اور کس طرح دشمن کا منہ بند کیا۔

آپؓ فرماتے ہیں:

"چونکہ خلافت کا انتخاب عقل انسانی کا کام نہیں، عقل نہیں تجویز کر سکتی کہ کس کے قویٰ قوی ہیں۔ کس میں قوت انسانیہ کامل طور پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے جناب الٰہی نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ {وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ} خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 225)

فرمایا کہ: "مجھے نہ کسی انسان نے، نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین لے"۔

(الفرقان، خلافت نمبر۔ مئی جون 1967ء صفحہ 28)

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ: "کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا اور یا پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو ایک مُلّاں بھی کر سکتا ہے اس کے لئے کسی خلیفے کی ضرورت نہیں اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے"۔

(الفرقان، خلافت نمبر۔ مئی جون 1967ء صفحہ 28)

پھر دنیا نے دیکھا کہ آپؓ کے ان پر زور خطابات سے اور جو آپ نے اس وقت براہ راست انجمن پر بھی ایکشن لئے، جتنے وہ لوگ باتیں کرنے والے تھے وہ سب بھیگی بلّی بن گئے، جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ اور وقتی طور پر ان میں کبھی کبھی اُبال آتا رہتا تھا اور مختلف صورتوں میں کہیں نہ کہیں جا کر فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے لیکن انجام کار سوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں

> اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی رحمت کا ہاتھ رکھا اور خوف کی حالت کو پھر امن میں بدل دیا اور دشمنوں کی ساری امیدوں پہ پانی پھیر دیا اور ان کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں

ملا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد پھر انہیں لوگوں نے سر اٹھایا اور ایک فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی، جماعت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی اور بہت سارے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی طرف مائل بھی کر لیا، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر خلافت کا انتخاب ہوا تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ہی جماعت خلیفہ منتخب کرے گی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے ان شور مچانے والوں کو، انجمن کے عمائدین کو یہ بھی کہہ دیا کہ مجھے کوئی شوق نہیں خلیفہ بننے

کا، تم جس کے ہاتھ پر کہتے ہو میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جماعت جس کو چنے گی میں اسی کو خلیفہ مان لوں گا۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا ان لوگوں کو پتہ تھا کہ اگر انتخاب خلافت ہوا تو حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ہی خلیفہ منتخب ہوں گے۔ اس لئے وہ اس طرف نہیں آتے تھے اور یہی کہتے رہے کہ فی الحال خلیفہ کا انتخاب نہ کروایا جائے۔ ایک، دو، چار دن کی بات نہیں، چند مہینوں کے لئے اس کو آگے ٹال دیا جائے، آگے کر دیا جائے اور یہ بات کسی طرح بھی جماعت کو قابل قبول

اپنے زعم میں بڑے پڑھے لکھے اور عقلمند اور جماعت کو چلانے کا دعویٰ کرنے والے سمجھتے تھے کہ یہ بچہ ہے اس کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور ہے اور یہ کچھ نہیں کرسکتا اسی بچے نے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا

نہ تھی۔ جماعت تو ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونا چاہتی تھی۔ آخر جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیرالدین محمودؓ احمد کو خلیفہ منتخب کیا اور آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اس وقت بھی مخالفین کا یہ خیال تھا کہ جماعت کے کیونکہ پڑھے لکھے لوگ ہمارے ساتھ ہیں اور خزانہ ہمارے پاس ہے اس لئے چند دنوں بعد ہی یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی رحمت کا ہاتھ رکھا اور خوف کی حالت کو پھر امن میں بدل دیا اور دشمنوں کی ساری امیدوں پہ پانی پھیر دیا اور ان کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں۔ پھر خلافتِ ثانیہ میں 1934ء میں ایک فتنہ اٹھا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دبا دیا اور جماعت کو مخالفین کوئی گزند نہیں پہنچا سکے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم پتہ نہیں کیا کر دیں گے۔ پھر 1953ء میں فسادات اُٹھے۔ جب پاکستان بن گیا اس وقت دشمن کا خیال تھا کہ اب ہماری حکومت ہے یہاں انگریزوں کی حکومت نہیں رہی اب یہاں انصاف تو ہم نے ہی دینا ہے اور ان لوگوں کو انصاف کا پتہ ہی کچھ نہیں تھا اس لئے اب تو جماعت ختم ہوئی کہ ہوئی۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت کو ان سخت حالات اور خوف کی حالت سے ایسا نکالا کہ دنیا نے دیکھا کہ جو دشمن تھے وہ تو تباہ و برباد ہوگئے، وہ تو ذلیل و خوار ہوگئے لیکن جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نئی شان کے ساتھ پھر آگے قدم بڑھاتی ہوئی چلتی چلی گئی۔

غرض کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی خلافت کا دور 52 سال رہا اور ہر روز ایک نئی ترقی لے کر آتا تھا۔ کئی زبانوں میں آپؓ کے زمانے میں تراجم قرآن کریم ہوئے۔ بیرونی دنیا میں مشن قائم ہوئے۔ افریقہ میں، یورپ میں مشنز قائم ہوئے اور بڑی ذاتی دلچسپی لے کر ذاتی ہدایات دے کر۔ اس زمانے میں دفاتر کا بھی نظام اتنا نہیں تھا۔ خود مبلغین کو براہ راست ہدایات دے دے کر اس نظام کو آگے بڑھایا اور پھر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہندو پاکستان میں بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی اور خاص طور پر افریقہ میں لاکھوں کی تعداد میں سعید روحوں کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور وہ آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوئیں۔ پھر دیکھیں آپ نے کس طرح انتظامی ڈھانچے بنائے۔ صدر انجمن احمدیہ کا قیام تو پہلے ہی تھا اس میں تبدیلیاں کیں، ردّو بدل کی۔ اس کو اس طرح ڈھالا کہ انجمن اپنے آپ کو صرف انجمن ہی سمجھے اور کبھی خلافت کے لئے خطرہ نہ بن سکے۔ پھر ذیلی تنظیموں کا قیام ہے، انصاراللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ، آپ کی دُور رَس نظر نے دیکھ لیا کہ اگر میں اس طرح جماعت کی تربیت کروں گا کہ ہر عمر کے لوگوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلا دوں اور وہ یہ سمجھنے لگیں کہ اب ہم ہی ہیں جنہوں نے جماعت کو سنبھالنا ہے اور ہر فتنے سے بچانا ہے۔ اپنے اندر نیک تبدیلی اور پاک تبدیلی پیدا کرنی ہے۔ اگر یہ احساس پیدا ہو جائے قوم کے لوگوں میں تو پھر اس قوم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تو دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کے ہر ملک میں یہ ذیلی تنظیمیں قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے فعال ہیں اور آج جرمنی کی خدام الاحمدیہ بھی اسی سلسلے میں اپنا اجتماع کر رہی ہے۔ تو یہ بھی ایک بہت بڑی انتظامی بات تھی جو حضرت مصلح موعود ؓ نے جماعت میں جاری فرمائی۔ پھر تحریکِ جدید کا قیام ہے، جب دشمن یہ کہہ رہا تھا کہ میں قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا اس وقت آپؓ نے تحریکِ جدید کا قیام کیا اور پھر بیرون ممالک میں مشن قائم ہوئے۔ پھر وقفِ جدید کا قیام ہے جو پاکستان اور ہندوستان کی دیہاتی جماعتوں میں تبلیغ کے لئے تھا۔ اب تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں پھیل گئی۔ غرضیکہ اتنے کام ہوئے ہیں اور اسی شخص کو جس کو اپنے زعم میں بڑے پڑھے لکھے اور عقلمند اور جماعت کو چلانے کا دعویٰ کرنے والے سمجھتے تھے کہ یہ بچہ ہے اس کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور ہے اور یہ کچھ نہیں کرسکتا اسی بچے نے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اور تمام دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کو بھی پورے کرنے والے ہوگئے کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ:

’’جو خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے اس میں دیکھا جاتا ہے کہ اس نے کل خیالات کو یکجا جمع کرنا ہے۔ اس کی مجموعی حیثیت کو دیکھا جاوے۔ ممکن ہے کسی ایک بات میں دوسرا شخص اس سے بڑھ کر ہو۔ ایک مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر کے لئے صرف یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ پڑھاتا

اگر آج کوئی کہتا ہے کہ یورپ میں میری قلم کی دھاک مچی ہوئی ہے تو وہ خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ خلیفہ وہی ہے جسے خدا نے بنایا

اچھا ہے کہ نہیں یا اعلیٰ ڈگری پاس ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے ماتحت اس سے بھی اعلیٰ ڈگری یافتہ ہوں۔ اس نے انتظام کرنا ہے، افسروں سے معاملہ کرنا ہے، ماتحتوں سے سلوک کرنا ہے یہ سب باتیں اس میں دیکھی جاویں گی۔ اسی طرح سے خدا کی طرف سے جو خلیفہ ہو گا اس کی مجموعی حیثیت کو دیکھا جاوے گا۔ خالد بن ولید جیسی تلوار کس نے چلائی؟ مگر خلیفہ ابوبکر ہوئے۔ اگر آج کوئی کہتا ہے کہ یورپ میں میری قلم کی دھاک مچی ہوئی ہے تو وہ خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ خلیفہ وہی ہے

جسے خدا نے بنایا۔ خدا نے جس کو چن لیا اُس کو چن لیا۔ خالد بن ولید نے 60 آدمیوں کے ہمراہ 60ہزار آدمیوں پر فتح پائی۔ عمرؓ نے ایسا نہیں کیا''۔ (حضرت عمرؓ نے) ''مگر خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ ہی ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کے وقت میں بڑے جنگی سپہ سالار موجود تھے، ایک سے ایک بڑھ کر جنگی قابلیت رکھنے والا ان میں موجود تھا۔ سارے جہان کو اس نے فتح کیا، مگر خلیفہ عثمانؓ ہی ہوئے۔ پھر کوئی تیز مزاج ہوتا ہے، کوئی نرم مزاج، کوئی متواضع، کوئی منکسر المزاج ہوتے ہیں، ہر ایک کے ساتھ سلوک کرنا ہوتا ہے جس کو وہی سمجھتا ہے۔ جس کو معاملات ایسے پیش آتے ہیں۔

(خطبات محمود جلد 4 صفحہ 72،73)

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ:

''میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاکر کھڑا ہو جائے گا تو اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکرلیں گی وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی''۔ (خلافت حقہ اسلامیہ صفحہ 18)

چنانچہ ہم نے دیکھا کہ جس بھی حکومت نے ٹکّر لی اس کے اپنے ٹکڑے ہو گئے۔ اور پھر خلافت رابعہ میں بھی یہی نظارے ہمیں نظر آئے۔

ایک اور جگہ حضرت خلیفہ ثانیؓ نے چھٹی ساتویں خلافت تک کا بھی ذکر کیا ہوا ہے۔ تفصیل تو میں آگے بتاتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ یہ سب لوگ مل کر جو فیصلہ کریں گے وہ تمام جماعت کے لئے قبول ہو گا۔ یعنی انتخاب خلافت کمیٹی کے بارے میں۔ اور جماعت میں سے جو شخص اس کی مخالفت کرے گا وہ باغی ہو گا اور جب بھی انتخاب خلافت کا وقت آئے اور مقررہ طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چنا جائے میں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چنا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو گا، اور جو بھی اس کے مقابل میں کھڑا ہو گا، وہ بڑا ہو یا چھوٹا ذلیل کیا جائے گا اور تباہ کیا جائے گا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔

(خطبہ جمعہ 24/ جنوری 1936ء۔ الفضل 31/ جنوری 1936ء)

پھر خلافت ثالثہ کا دور آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد پھر اندرونی اور بیرونی دشمن تیز ہوا۔ لیکن کیا ہوا؟ کیا جماعت میں کوئی کمی ہوئی؟ نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق پہلے سے بڑھ کر ترقیات کے دروازے کھولے۔ مشنوں میں مزید توسیع ہوئی۔ افریقہ میں بھی، یورپ میں بھی اور پھر افریقہ کے دورے کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نصرت جہاں سکیم کا اجراء فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق، ایک رؤیا کے مطابق۔ ہسپتال کھولے گئے۔ سکول کھولے گئے، ہسپتالوں میں اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں مریض شفا پا چکے ہیں۔ گورنمنٹ کے بڑے بڑے ہسپتالوں کو چھوڑ کر ہمارے چھوٹے چھوٹے دور دراز کے دیہاتی ہسپتالوں میں لوگ اپنا علاج کرانے آتے ہیں۔ بلکہ سرکاری افسران بھی اس طرف آتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہمارے ہسپتالوں میں جو واقفین زندگی ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں وہ ایک جذبے کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اور ان کے پیچھے خلیفہ وقت کی دعاؤں کا بھی حصہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے خلیفہ کی لاج رکھنے کے لئے ان دعاؤں کو سنتا ہے اور جہاں بھی کوئی کارکن اس جذبے سے کام کر رہا ہو کہ میں دین کی خدمت کر رہا ہوں اور میرے پیچھے خلیفہ وقت کی دعائیں ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اس میں بے انتہا برکت ڈالتا ہے۔ پھر سکولوں میں ہزاروں لاکھوں طلباء اب تک پڑھ چکے ہیں بڑی بڑی پوسٹ پر قائم ہیں۔ ہمارے گھانا کے ڈپٹی منسٹر آف انرجی جو ہیں انہوں نے احمدیہ سکول میں شروع میں کچھ سال تعلیم حاصل کی۔ پھر ایک سکول سے دوسرے سکول میں چلے گئے وہ بھی احمدیہ سکول ہی تھا۔ اور آج ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑا رتبہ دیا ہوا ہے۔ اسی طرح اور بہت سارے لوگ ہیں۔ افریقن ملکوں میں جائیں تو دیکھ کر پتہ لگتا ہے۔ یہ سب جو فیض ہیں اس وجہ سے ہیں کہ ڈاکٹر ہوں یا ٹیچر، ایک جذبے کے تحت کام کر رہے ہیں اور یہ سوچ ان کے پیچھے ہوتی ہے کہ ہم جو بھی کام کر رہے ہیں ایک تو ہم نے دعا کرنی ہے، خود اللہ تعالیٰ سے فضل مانگنا ہے اور پھر خلیفۃ المسیح کو لکھتے چلے جانا ہے تا کہ ان کی دعاؤں سے بھی ہم حصہ پاتے رہیں۔ اور یہ جو افریقن ممالک میں ہمارے سکول اور کالج ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کا بھی ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ کل ہی سیرالیون کی رہنے والی خاتون بچوں کے ساتھ مجھے ملنے آئیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ہمارے ہاں تو خاندان میں اسلام کا پتہ ہی کچھ نہیں تھا۔ احمدیہ سکول میں میں نے تعلیم حاصل کی اور وہیں سے مجھے احمدیت کا پتہ لگا اور بڑے اخلاص اور وفا کا اظہار کر رہی تھیں۔ وہ بڑی مخلص احمدی خاتون ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہیں جو ہمارے ان سکولوں سے تعلیم حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں شامل ہوئے اور اس کی برکات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ پھر خلافت ثالثہ میں ہی آپ دیکھ لیں، 74ء کا فساد ہوا اس وقت ان کا خیال تھا کہ اب تو احمدیت ختم ہوئی کہ ہوئی، ایک قانون پاس کر دیا کہ ہم ان کو غیر مسلم قرار دے دیں گے تو پتہ نہیں کیا ہو جائے گا۔ کئی شہید کئے گئے، جانی نقصان کے ساتھ ساتھ مالی نقصان بھی پہنچایا گیا۔ کاروبار لوٹے گئے، گھروں کو آگیں لگا دی گئیں، دکانوں کو آگیں لگا دی گئیں، کارخانوں کو آگیں لگا دی گئیں۔ لیکن ہوا کیا؟ کیا احمدیت ختم ہوگئی۔ پہلے سے بڑھ کر اس کا قدم اور تیز ہوگیا، باپ کو بیٹے کے سامنے قتل کیا گیا، بیٹے کو باپ کے سامنے قتل کیا تو کیا خاندان کے باقی افراد نے احمدیت چھوڑ دی؟۔ ان میں اور زیادہ ثباتِ قدم پیدا ہوا، ان میں اور زیادہ اخلاص پیدا ہوا۔ ان میں اور زیادہ جماعت کے ساتھ تعلق پیدا ہوا۔ دشمن کی کوئی بھی تدبیر کبھی بھی کارگر نہیں ہوئی اور کبھی کسی کے ایمان میں لغزش نہیں آئی۔ اور پھر اب دیکھیں کہ ان نیکیوں پہ قائم

رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جو جانی نقصان ہوا یا جن خاندانوں کو اپنے پیاروں کا جانی نقصان برداشت کرنا پڑا، اگلے جہان میں تو اللہ تعالیٰ نے جزا دینی ہے اللہ نے اُن کو اِس دنیا میں بھی ان کو بے انتہا نوازا ہے۔ مالی لحاظ سے بھی اور ایمان کے لحاظ سے بھی۔ جو پاکستان میں رہے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے کاروباروں میں برکت دی۔ کئی لوگ ملتے ہیں جن کے ہزاروں کے کاروبار تھے اب لاکھوں میں پہنچے ہوئے ہیں۔ جن کے لاکھوں کے کاروبار تباہ کئے گئے تھے ان کے کاروبار کروڑوں میں پہنچے ہوئے ہیں اور آپ لوگ بھی جو یہاں نکلے، اسی وجہ سے نکلے، آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی لئے نکلنے کا موقع دیا کہ جماعت پر پاکستان میں تنگیاں اور سختیاں تھیں۔ اور یہاں آ کے اگر نظر کریں پچھلے حالات میں اور اب کے حالات میں تو آپ کو خود نظر آ جائے گا کہ آپ پہ اللہ تعالیٰ کے کتنے فضل ہوئے ہیں۔ مالی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے کتنا آپ کو مضبوط کر دیا ہے۔ اب اس کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ لوگ اس کے آگے مزید جھکیں اور اس کے عبادت گزار بنتے چلے جائیں۔ اپنی نسلوں میں بھی یہ بات پیدا کریں کہ سب کچھ جو تم فیض پا رہے ہو یہ اس سختی اور تنگی کا فیض ہے جو جماعت پہ پاکستان میں تھی اور آج ہم اس کی وجہ سے کشائش میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ نیک اعمال بجالانے کی شرط قائم ہے اور ہر وقت قائم ہے۔

پھر خلافت رابعہ کا دور آیا۔ پھر دشمن نے کوشش کی کسی طرح فتنہ وفساد پیدا کیا جائے لیکن جماعت ایک ہاتھ پر اکٹھی ہوگئی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا۔ انتخاب خلافت کے ان حالات کے بعد جو بڑی سختی کے چند دن یا ایک آدھ دن تھے دشمن نے جب وہ سکیم ناکام ہوتی دیکھی تو پھر دو سال بعد ہی خلافت رابعہ میں، 84ء میں، پھر ایک اور خوفناک سکیم بنائی کہ خلیفۃ المسیح کو بالکل عضوِ معطّل کی طرح کر کے رکھ دو۔ وہ کوئی کام نہ کر سکے۔ اور جب وہ کوئی کام نہیں کر سکے گا تو جماعت میں بے چینی پیدا ہو گی اور جب جماعت میں بے چینی پیدا ہو گی تو ظاہر ہے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتی چلی جائے گی، اس کا شیرازہ بکھرتا چلا جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر پر اپنی تدبیر کو کیسے حاوی کیا۔ ان کی ہر تدبیر کو کس طرح اُلٹا کے مارا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے وہاں سے نکلنے کے ایسے سامان پیدا فرمائے کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چھپ کے نکلے۔ کھلے طور پر نکلے اور سب کے سامنے نکلے اور کراچی سے دن کے وقت یا صبح شروع وقت کی ہی وہ فلائیٹ تھی۔ بہر حال وہاں کوشش بھی کی گئی کہ روکا جائے لیکن وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور وہ نہیں پہچان سکے۔ جماعت میں اس سے بڑی سچائی کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جب مکہ سے ہجرت کی ہے تو جو اس وقت سلوک ہوا تھا اس سلوک کی کچھ جھلکیاں ہم نے اس ہجرت کے وقت بھی دیکھیں اور جس سے ہمارے ایمانوں کو مزید تقویت پہنچی ہمارے ایمان مزید مضبوط ہوئے۔ پھر یہاں پہنچ کر بیرونی ممالک میں جماعتوں کو مشنوں کو منظم کرنے کا کام بہت وسعت اختیار کر گیا۔ اور اسی طرح دعوت الی اللہ کا کام بھی بہت وسیع ہوگیا۔ اور پھر لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں جماعت میں داخل ہونا شروع ہوگئے، پھر ایم ٹی اے کا اجراء ہوا، ایک ملک میں تو پلان تھا کہ یہاں خلیفۃ المسیح کی آواز کو روک دیا جائے لیکن ایم ٹی اے نے تمام دنیا میں وہ آواز پہنچا دی اور دشمن کی تدبیریں پھر ناکام ہو کر ان پر لوٹ گئیں۔ پہلے تو مسجد اقصیٰ ربوہ میں خلیفۃ المسیح کا خطبہ سنتے تھے اب ہر شہر میں، ہر گاؤں میں، ہر گھر میں یہ آواز پہنچ رہی ہے۔ پھر افریقہ میں خدمت انسانیت کے کام کو اس دور میں بڑی وسعت دی گئی۔ غرضیکہ ایک انتہائی ترقی کا دور تھا اور ہر روز جو دن چڑھ رہا تھا وہ ایک نئی ترقی لے کر آ رہا تھا۔ دشمن خیال کرتا ہے یا انسان اپنی سوچ سے بعض اوقات سوچتا ہے کہ یہاں انتہاء ہوگئی اور اب اس سے زیادہ ترقی کیا ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایسے نظارے دکھاتا ہے کہ انسان کی سوچ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔

پھر آپ کی وفات کے بعد دشمنوں کا خیال تھا کہ اب تو یہ جماعت گئی کہ گئی اب بظاہر کوئی نظر نہیں آتا کہ اس جماعت کو سنبھال سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظارے سب نے دیکھے۔ بچوں نے بھی اور نوجوانوں نے بھی، مردوں نے بھی اور عورتوں نے بھی اپنے ایمانوں کو مضبوط کیا۔ حتیٰ کہ غیر از جماعت بھی کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان سب نے ہی یہ نظارے دیکھے کیونکہ ایم ٹی اے کے ذریعے یہ ہر جگہ پہنچ رہے تھے۔ لندن میں مجھے کسی نے بتایا کہ ایک سکھ نے کہا کہ ہم بڑے حیران ہوئے آپ لوگوں کا یہ سارا نظام دیکھ کر اور پھر انتخاب خلافت کا سارا نظارہ دیکھ کر۔ پاکستان میں ہمارے ڈاکٹر نوری صاحب کے پاس ایک غیر از جماعت بڑے پیر ہیں یا عالم ہیں وہ آئے (مریض تھے اس لئے آتے رہے) اور ساری باتیں پوچھتے رہے کہ کس طرح ہوا، کیا ہوا اور پھر بتایا کہ میں نے بھی ایم ٹی اے پر دیکھا تھا۔ دشمن بھی وہ جس طرح کہتے ہیں نہ کہ کھلے طور پر تو نہیں دیکھتے لیکن چھپ چھپ کر ایم ٹی اے دیکھتے ہیں۔ یہ سارے نظارے دیکھے اور ڈاکٹر صاحب کو کہنے لگے کہ یہ ایسا نظارہ تھا جو حیرت انگیز تھا۔ اور باتوں میں ڈاکٹر صاحب نے کہا ٹھیک ہے آپ کو پھر تسلیم کرنا چاہئے کہ جماعت احمدیہ سچی ہے کہتے ہیں کہ یہ تو میں نہیں کہتا، یہ مجھے ابھی بھی یقین ہے کہ جماعت احمدیہ سچی نہیں ہے لیکن یہ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت آپ کے ساتھ ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت ہمارے ساتھ ہوگئی تو پھر اور کیا چیز رہ گئی۔ یہ آنکھوں پر پردے پڑے ہونے کی بات ہے اور دلوں پر پردے پڑے ہونے کی بات ہی ہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو خلافت کے منصب پر فائز کیا کہ اگر دنیا کی نظر سے دیکھا جائے تو شاید دنیا کے لوگ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کریں لیکن خدا تعالیٰ دنیا کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ:

"خوب یاد رکھو کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور جھوٹا ہے وہ انسان جو یہ کہتا ہے کہ خلیفہ انسانوں کا مقرر کردہ ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدینؓ صاحب اپنی خلافت کے زمانے میں چھ سال متواتر اس مسئلے پر زور دیتے رہے کہ خلیفہ خدا مقرر کرتا ہے، نہ انسان۔ اور درحقیقت قرآن شریف کو غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ بھی خلافت کی نسبت انسانوں کی طرف نہیں کی گئی بلکہ ہر قسم کے خلفاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ انہیں ہم بناتے ہیں۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 11)

پھر آپؓ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانے کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے اگر وہ احمق، جاہل اور بیوقوف ہوتا ہے"۔ پھر فرمایا کہ: "اس کے یہ معنی ہیں کہ خلیفہ خود خدا بناتا ہے اس کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جب کسی کو خدا خلیفہ بناتا ہے تو اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔ اور اگر وہ اسے اپنی صفات نہیں بخشتا تو خدا تعالیٰ کے خود خلیفہ بنانے کے معنی ہی کیا ہیں"۔

(الفرقان۔ مئی جون 1967ء صفحہ 37)

میں جب اپنے آپ کو دیکھتا ہوں، اپنی نا اہلی اور کم مائیگی کو دیکھتا ہوں اور میرے سے زیادہ میرا خدا مجھے جانتا ہے کہ میرے اندر کیا ہے تو اس وقت ہر لمحے اللہ تعالیٰ کی قدرت یاد آ جاتی ہے۔

مکرم میر محمود احمد صاحب نے ایک شعر کہا۔

مجھ کو بس ہے میرا مولیٰ، میرا مولیٰ مجھ کو بس
'کیا خدا کافی نہیں ہے' کی شہادت دیکھ لی

اس کی بیک گراؤنڈ جو میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک تو 'کیا خدا کافی نہیں' کی شہادت 'اَلَیْسَ اللّٰہُ' کی انگوٹھی ہے جو خلیفۃ المسیح کو ملتی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین انگوٹھیاں تھیں جو آپؑ کے تین بیٹوں کو ملیں۔ اور جو 'مولیٰ بس' کی انگوٹھی تھی (ایک انگوٹھی جس پر 'مولیٰ بس' کا الہام کندہ تھا) وہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے حصہ میں آئی تھی اور یہ میں نے پہنی ہوئی ہے۔ اس کے بعد میرے والد صاحب حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو ملی اور ان کی وفات کے بعد میری والدہ نے مجھے دے دی۔ میں تو اس کو بڑی سنبھال کے رکھتا تھا، پہنتا نہیں تھا لیکن انتخاب خلافت کے بعد میں نے یہ پہننی شروع کی ہے۔ تو 'مولیٰ بس' کے نظارے اور 'کیا خدا کافی نہیں ہے' کے نظارے مجھے تو ہر لحہ نظر آتے ہیں کیونکہ اگر ویسے میں دیکھوں تو میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔

لوگوں کے دلوں میں محبت اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ کوئی انسان محبت پیدا نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھا دے۔ تو مخالفوں کی خوشیوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح پامال کیا۔ اب بھی بعض مخالفین شور مچاتے ہیں، منافقین بھی بعض باتیں کر جاتے ہیں۔ وہ چاہے جتنا مرضی شور مچالیں، جتنا مرضی زور لگالیں، خلافت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اور جب تک اللہ چاہے گا یہ رہے گی اور جب چاہے گا مجھے اٹھالے گا اور کوئی نیا خلیفہ آجائے گا۔ لیکن حضرت خلیفہ اولؓ کے الفاظ میں میں کہتا ہوں کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ ہٹا سکے یا فتنہ پیدا کر سکے۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مضبوط ہے اور ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہے۔ افریقہ میں بھی میں دورہ پر گیا ہوں ایسے لوگ جنہوں نے کبھی دیکھا نہیں تھا اس طرح ٹوٹ کر انہوں نے محبت کا اظہار کیا ہے جس طرح برسوں کے بچھڑے ملے ہوتے ہیں یہ سب کیا ہے؟ جس طرح ان کے چہروں پر خوشی کا اظہار میں نے دیکھا ہے، یہ سب کیا ہے؟ جس طرح سفر کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کر کے وہ لوگ آئے، یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیا دنیا دکھاوے کے لئے یہ سب خلافت سے محبت ہے جو ان دُور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ تو جس چیز کو اللہ تعالیٰ پیدا کر رہا ہے وہ انسانی کوششوں سے کہاں نکل سکتی ہے۔ جتنا مرضی کوئی چاہے، زور لگالے۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو باقاعدہ میں نے آنسوؤں سے روتے دیکھا ہے۔ تو یہ سب محبت ہی ہے جو خلافت کی ان کے دلوں میں قائم ہے۔ بچے اس طرح بعض دفعہ دائیں بائیں سے نکل کے سیکیورٹی کو توڑتے ہوئے آکے چمٹ جاتے تھے۔ وہ محبت تو اللہ تعالیٰ نے بچوں کے دل میں پیدا کی ہے، کسی کے کہنے پہ تو نہیں آ سکتے۔ اور پھر ان کے ماں باپ اور دوسرے ارد گرد لوگ جو اکٹھے ہوتے تھے ان کی محبت بھی دیکھنے والی ہوتی تھی۔ پھر اس بچے کو اس لئے وہ پیار کرتے تھے کہ تم خلیفہ وقت سے چمٹ کے اور اس سے پیار لے کر آئے ہو۔ یہ سب باتیں احمدیت کی سچائی کی دلیل ہیں۔ اگر کسی کی نظر ہو دیکھنے کی تبھی دیکھ سکتا ہے۔ چند لوگ اگر مرتد ہوتے ہیں یا منافقانہ باتیں کرتے ہیں تو ان کی ہمیں کوئی پروا نہیں ہے۔ ایک بدفطرت اگر جاتا ہے تو جائے، اچھا ہے 'خس کم جہاں پاک'۔ وہ اپنے بدانجام کی طرف قدم بڑھا رہا ہے وہی اس کا انجام مقدر تھا جس کی طرف جا رہا ہے۔ لیکن جب اس کے مقابل پر ایک جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سینکڑوں سعید روحوں کو احمدیت میں داخل کرتا ہے۔

یاد رکھیں وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔ وہ آج بھی اپنے پیارے مسیح کی اس پیاری جماعت پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ وہ ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا۔ وہ آج بھی اپنے مسیح سے کئے ہوئے وعدوں کو اسی طرح پورا کر رہا ہے جس طرح وہ پہلی خلافتوں میں کرتا رہا ہے۔ وہ آج بھی اسی طرح اپنی رحمتوں اور فضلوں سے نواز رہا ہے جس طرح پہلے وہ نوازتا رہا ہے اور ان شاء اللہ نوازتا رہے گا۔ پس ضرورت ہے تو اس بات کی کہ کہیں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کر کے خود ٹھوکر نہ کھا جائے۔ اپنی عاقبت خراب نہ کر لے۔ پس دعائیں کرتے ہوئے اور اس کی طرف جھکتے ہوئے اور اس کا فضل مانگتے ہوئے ہمیشہ اس کے آستانہ پر پڑے رہیں اور اس مضبوط کڑے کو ہاتھ ڈالے رکھیں تو پھر کوئی بھی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 335۔ خطبہ جمعہ 21/ مئی 2004ء)

نئی صدی کا ایک عظیم عہد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

عہد بر موقع صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی مؤرخہ 27 مئی 2008ء

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اُس کے استحکام کے لئے آخری دَم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد دَر اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعے اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔

اے خدا! تُو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اللّٰھم آمین اللّٰھم آمین اللّٰھم آمین

حکیم امت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

(مکرم قمر الزمان مرزا صاحب۔ ربوہ)

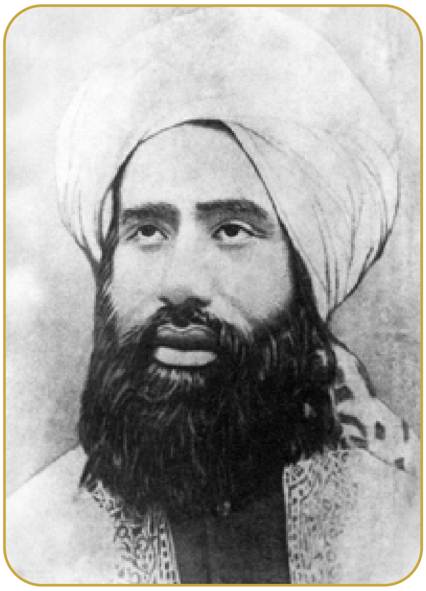

حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ برصغیر پاک و ہند کے ایک جیّد عالم دین اور بے بدل طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ تصوّف میں بھی ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ یہ بلند مقام آپ کو ایک طویل اور دشوار گزار سفر زندگی کے بعد نصیب ہوا تھا۔ جو ہندوستان کے دُور دراز مختلف شہروں سے لے کر حرمین شریفین تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ نے کتنے ہی نامور اور معروف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے اور کتنے علاقوں کی خاک چھانی، اس کی تفصیل آپ کی سوانح حیات کی کتب میں موجود ہے۔ زیرِنظر مضمون میں آپ کی سیرت میں سے صرف آپ کے کثرتِ مطالعہ کے حوالہ سے کچھ امور پیش کئے جا رہے ہیں۔

آپ کا علمی مقام و مرتبہ آپ کے اس کثرتِ مطالعہ کا ہی مرہونِ منّت تھا۔ جس کا اعتراف اپنوں کے علاوہ غیروں کو بھی تھا۔ آپ کی یہ علمی اور صوفیانہ صلاحیت حضرت مہدیٔ دوراں کے قدموں میں آجانے سے اور بھی منور ہوئی بلکہ اسے حقیقی جلاء نصیب ہوئی۔ کسی نے آپ سے پوچھا تھا کہ مولانا! آپ خود اتنے عظیم عالم ہیں، مرزا صاحب کو ماننے سے آپ کو کیا ملا؟ فرمایا پہلے مجھے خواب میں زیارتِ رسول ﷺ نصیب ہوتی تھی اب جاگتے ہوئے بھی نظارہ ہو جاتا ہے۔ آپ کی اسی کیفیت کو معروف دینی تعلیم کے ادارہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل مشہور عالمِ دین اور امام انقلاب کہلانے والے، تحریک ریشمی رومال کے بانی لیڈر مولانا عبیداللہ سندھی صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

”مولوی نورالدین بے تاب تھے کہ کس طرح قرآن کی دعوت کو عام کریں۔ وہ خود اس دعوت کے امام بننے کی ہمت نہ رکھتے تھے۔ حسنِ اتفاق سے ان کو مرزا صاحب جیسی جرأت مند اور اولوالعزم اور اپنے پر اعتماد رکھنے والی شخصیت مل گئی۔ چنانچہ مرزا صاحب کو پیشوا اور امام ماننے میں مولوی صاحب کو مطلق کوئی تامل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ ان کی قیادت میں اپنے نکتۂ نظر کے مطابق قرآنی دعوت کو عام اور دینِ حق کی خدمت کر سکتے تھے۔ اور اس کام کے لئے جن اوصاف کی وہ اپنے اندر کمی پاتے تھے، مرزا صاحب کی شخصیت میں وہ خوبیاں انہیں بدرجہ اَتم مل گئی تھیں“۔

(افادات و ملفوظات از پروفیسر محمد سرور صفحہ 402)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بارہ میں اس نامور سیاسی اور مذہبی راہنما کی یہ بصیرت افروز رائے بہت سے اُمور اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ گویا حضرت مولوی صاحب کی مثال اس چراغ کی سی تھی جس میں روشن ہوجانے کی مکمل صلاحیت موجود تھی اور صرف ذرا سی حرارت درکار تھی جو آپ کو مہدی دوراں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے وجود میں میسر آ گئی جن کی قدسی نگاہ نے آپؓ کے نورِ فراست کو وہ جلاء بخشی کہ ایک جہان منور ہونے لگا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور علیہ السلام نے آپؓ کو مثال کے طور پر پیش فرمایا تھا۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

قرآن مجید سے محبت

کتابوں کے ساتھ محبت اور مطالعہ کے ضمن میں حضرت مولوی صاحبؓ کے ہاں سب سے زیادہ اہمیت قرآن کریم کو تھی۔ چنانچہ آپؓ اپنے دل کی گہرائیوں سے فرماتے ہیں:

میں علیٰ وجہ البصیرۃ اقرار کرتا ہوں کہ قرآن جیسی کوئی نعمت اور کتاب نہیں وہ خداتعالیٰ کی کامل کتاب ہے اور وہ تمام اختلافات مٹانے کا کامل ذریعہ ہے اور خود اختلافات کا باعث نہیں۔...... غرض اس ساری تحقیقات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قرآن کریم کامل کتاب ہے اور پھر جب قرآن مجید پر تدبر کیا اور سالہا سال تک تدبر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی نمونہ اس پرعمل درآمد کا نہیں۔

(اخبار الحکم قادیان 28مارچ، 7اپریل 1910ء صفحہ 18 کالم 3-2)

پھر فرماتے ہیں:

میرے پاس کوئی ایسا چاقو نہیں جس سے میں اپنا دل چیر کر تمہیں دکھلا سکوں۔ مجھے قرآن سے کس قدر محبت اور پیار ہے قرآن کا ایک ایک حرف کیسا عمدہ اور پیارا لگتا ہے۔ مجھے قرآن کے ذریعہ سے بڑی بڑی فرحتوں کے مقام پر پہنچایا جاتا ہے۔

(اخبار بدر قادیان 15 مئی 1913ء)

قرآن کریم کی پیشگوئی

اسی کثرت مطالعہ و تدبر قرآن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے تفسیر قرآن کے نہایت ایمان افروز حقائق و دقائق آپؓ کو سمجھائے، چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں جس قدر قصص مذکور ہوئے ہیں۔ ان نبیوں کے ہیں جہاں جہاں نبی کریم ﷺ نے اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے پہنچنا تھا۔ اور یہ بات ایسی خصوصیات کے لئے ہے ورنہ قرآن کریم تو صاف فرماتا ہے اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ (فاطر:25) یعنی کوئی امت ایسی نہیں جس میں خدا کی طرف سے ایک ڈرانے والا نہ آیا ہو...... کیا وجہ ہے کہ قرآن کریم انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر کو بیس اور تیس کے اندر محدود کرتا ہے۔

مجھے یہ بات بتلائی گئی ہے کہ ان ہی نبیوں کا ذکر قرآن نے فرمایا ہے جن کے بلاد میں نافرمانوں اور فرمانبرداروں کے نشانات صحابہ کرامؓ کے لئے موجود ہیں اور جہاں پیغمبرؐ خدا نے کامیابی حاصل کرنی تھی۔ اور صحابہ کرامؓ نے دیکھ لینا تھا لِّیَہۡلِکَ مَنۡ ہَلَکَ عَنۡۢ بَیِّنَۃٍ وَّ یَحۡیٰی مَنۡ حَیَّ عَنۡۢ بَیِّنَۃٍ (الانفال:43) صحابہ وہاں پر پہنچے۔ ان کا نمونہ یہ تھا کہ نبی کی مخالفت اور متابعت کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اب جبکہ ہر جگہ واعظ موجود ہے تو ؎

مجلس وعظ رفتنت خبط است
مرگ ہمسایہ واعظ تو بس است

(اخبار الحکم قادیان 10 جنوری 1901ء صفحہ 14 کالم 3-2)

قرآن اور قادیان

آپؓ کے رگ و ریشہ میں قرآن کریم کی محبت سرایت کئے ہوئے تھی، آپ اپنے شاگردوں سے فرماتے کہ ”میاں! قرآن پڑھ لیا تو سب کچھ پڑھ لیا“۔ قرآن کریم پڑھنا پڑھانا آپ کی روح کی غذا تھی۔ جس کا آپ نے اپنے عہدِ خلافت میں خاص طور پر اہتمام فرمایا۔ اُن بابرکت ایام کی منظرکشی کرتے ہوئے ایڈیٹر اخبار بدر قادیان نے ایک مرتبہ لکھا:

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت تمام درسِ قرآن شریف و حدیث صبح و شام دیتے ہیں اور سامعین کو حقائق و معارف سے پُر نصائح سے مالامال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو عمل کی توفیق دے۔...... حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مدرسہ احمدیہ اور لنگرخانہ مسیح موعودؑ کے انتظام اور الفضل و تشحیذ کی ایڈیٹری کے علاوہ دو دفعہ روزانہ قرآنِ شریف کا درس دیتے ہیں۔ بعد نماز فجر و بعد نماز ظہر اس طرح قرآن شریف کے چار پبلک درس روزانہ مردوں کے واسطے ہوتے ہیں۔ علاوہ ان درسوں کے جو مدارس میں ہوتے ہیں جو متفرق طور پر لوگ پڑھتے ہیں۔ اس قرآن خوانی نے ان دنوں بالخصوص قادیان کو عاشقانِ قرآن کے واسطے ایک بڑی کشش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ مختلف سبقوں میں شامل ہو کر انسان بہت تھوڑے دنوں میں قرآن شریف کا ترجمہ و تفسیر سن سکتا ہے۔ اور کوئی سارے درس سُنے (اور ایسے بہت ہیں جو سُنتے ہیں) تو دن بھر انسان قرآنی نور سے منور ہوتا رہتا ہے۔ کاش کہ وہ لوگ جو لفظ قادیان کو کفر کا مترادف سمجھتے ہیں ایک روز بھی قادیان میں آکر رہیں اور دیکھیں کہ یہ کیسا کفر ہے جو قرآن کی محبت سے لبریز ہے۔ اور اس میں چاروں طرف صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک قرآن شریف کے ہی پڑھنے پڑھانے سُننے سُنانے اور اُس پر عمل کرنے کی فکر میں گذرتا ہے۔ شاید اسی واسطے یہ مقدر ہوا تھا کہ لفظ قادیان کا پہلا پچھلا اور ایک درمیانی حرف لفظ قرآن کے ہر لفظ سے پہلے پچھلے اور درمیانی حروف ہی ہوں۔

(اخبار بدر قادیان 24 جولائی 1913ء صفحہ 6)

صحیح بخاری

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی ایک پہچان عالم و عاشق حدیث ہونے کے ناطے سے بھی ہے۔ چنانچہ آپ کو دیگر کتب کے ساتھ ساتھ جامع صحیح بخاری کے ساتھ خاص شغف اور محبت تھی، اس ضمن میں فرماتے ہیں:

میں علیٰ وجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ بعد کتاب اللہ بخاری جیسی بھی کوئی کتاب نہیں۔

بخاری سے بڑھ کر کوئی کتاب تاریخی روایت کے لحاظ سے نہیں۔ (اخبار الحکم قادیان 28 مارچ 7 اپریل 1910ء صفحہ 18)

کسی کا سوال پیش ہوا۔ کہ حدیث میں کون سی کتابیں پیش نظر رہنی چاہئیں، فرمایا:

مولانا! عمدۃ الاحکام ہمیشہ زیر مطالعہ رہیں۔

(اخبار بدر قادیان 31 جولائی 1913ء صفحہ 3)

دیگر کتب کا وسیع مطالعہ

مَیں نے وید کو سنا ہے اور احتیاط سے سنا ہے۔ اتھر وید کے سوا تینوں وید سنے ہیں۔ اوستا ژند اور دساتیر کو پڑھا اور سنا ہے اور گاتھ جو مجوسیوں کی کتاب ہے اسے بھی احتیاط سے سنا ہے۔ پھر اس کے بعد میں نے قرآن کریم کو پڑھا ہے۔ تمہیں تعجب ہوگا کہ جب بدو فطرت سے قرآن سے محبت ہوئی تو شیعوں کی کتابیں بھی پڑھی ہیں ایک کتاب چار سو روپیہ کی آتی ہے۔ بحار الانوار نام اور عربی میں ہے۔ میرے دل میں ہے کہ اسے بھی منگوا کر پڑھ لوں۔ یعنی اس کی مستند اور معتبر کتابوں کو منگوایا اور پڑھا ہے اور میرے پاس وہ ہیں۔ میرے نزدیک ان کی کتابیں معتبر معلوم ہوتی ہیں، چار ان کی مسلّم ہیں۔ کافی ہے، تہذیب ہے، استبصار اور من لایحضرہ، مجمع البیان، طبرسی اور نہج البلاغہ جناب امیر کے خطبات ہیں۔

ان کے مدّمقابل خوارج ہیں ان کی کتابیں بھی میں نے پڑھی ہیں۔ ایک 93 جلد میں ہے اور میرے پاس ہے۔

(اس کتاب کی 93 جلدیں سن کر ایڈیٹر الحکم نے استعجاب سا ظاہر کیا اس پر فرمایا کہ ایک سیاح استنبول کا یہاں آیا اور پہلے وہ سلطان روم کے کتب خانہ کی بڑی تعریف کرتا تھا لیکن جب اس نے میرے کتب خانہ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ وہ کیا چیز ہے۔ ایڈیٹر)

غرض ان کتابوں کو اس وسعت سے دیکھا ہے۔ پھر سنّیوں میں مذاہب اربعہ صوفیوں اور محدثین کا مذہب پڑھا ہے اور ان سب کو پڑھ لینے کے بعد میں ایماناً کہتا ہوں اور کھول کر سناتا ہوں اور یہ اس لئے کہ میں نہیں جانتا کہ آئندہ ہم میں سے کون ہوگا اور کون نہیں۔ مجھے کچھ کہنے کا اور تمہیں کچھ سننے کا موقع ملے یا نہیں۔ اس لئے سنو اور غور سے سنو کہ اس تحقیقات

اور تجربہ کے بعد میں علیٰ وجہ البصیرۃ اقرار کرتا ہوں کہ قرآن کریم جیسی کوئی نعمت اور کتاب نہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی کامل کتاب ہے اور وہ تمام اختلافات مٹانے کا کامل ذریعہ ہے اور وہ خود اختلافات کا باعث نہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں اس شہادت کو بھی علیٰ وجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ بعد کتاب اللہ بخاری جیسی بھی کوئی کتاب نہیں۔ میں نے سرسید احمد صاحب کو سو روپیہ اس لئے دیا تھا کہ تم جو تصنیف کرو، وہ مجھے بھیج دو۔ آخری دَم تک اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے۔ میں نے اس کی تصنیفات کو خوب پڑھا ہے۔ میں دنیا کے مقتداؤں سے بے خبر نہیں۔ برہم ازم کی کتابیں پڑھی ہیں۔ سب سے بڑی کافر قوم برہمو ہے۔ مَیں اس کو مذہبی رنگ میں آریوں اور عیسائیوں سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ برہمو نرم ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بہت ہی گرم ہیں یہ الٰہی غضب کے نیچے ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ الٰہیہ کے دعویٰ میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

میں یہ بھی علم اور بصیرۃ سے کہتا ہوں میں نے ان کی کتابوں کو درستی سے پڑھا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھتے ہیں، میں ان کو چند منٹ میں پڑھ لیتا ہوں۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو کذّاب (معاذ اللہ) مانا ہے۔ اور جو کچھ نرم ہیں۔ انہوں نے دعویٰ رسالت کو جنون یا دروغ مصلحت ان پر کہا ہے۔ غرض اس ساری تحقیقات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قرآن کریم ہی کامل کتاب ہے اور پھر جب قرآن مجید میں تدبر کیا اور سالہاسال تک تدبر کیا اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی نمونہ اس پر عمل درآمد کا نہیں۔

(اخبار الحکم قادیان 28 مارچ 7 اپریل 1910ء صفحہ 18)

بائبل کا مطالعہ

آپؓ فرماتے ہیں:

”بائبل کو ہم نے چالیس مرتبہ پڑھا۔ ہمارے مطالعہ کی بائبل جس پر ہم نے بہت سے قیمتی حواشی لکھے تھے، کسی نے چرالی“۔ (الحکم 28 اپریل 1909ء صفحہ 7)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا کتب خانہ

جناب وقار الملک کے نام خط محررہ 22 مارچ 1909ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ لکھتے ہیں:

”لائبریری کا عالیجا! آپ کو شوق ہے۔ مگر صرف ہندوستان میں صرف میری لائبریری ہے جس سے سرسید احمد خان اور مولانا شبلی نے بحمد اللہ ضرور فائدہ اٹھایا ہوگا یا ہے۔ ایک تو دنیا سے چل بسے۔ دوسرے موجود ہیں آپ ان سے دریافت کرسکتے ہیں“۔

(اخبار بدر قادیان 6 مئی 1909ء صفحہ 3)

اسی طرح ایک اَور خط میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ تحریر فرماتے ہیں:

کل میری طبیعت نہایت بے چین تھی۔ غم غلط کرنے کو میں اپنی الماری کی طرف جھکا۔ جس میں مختصر رسائل تھے اور ان میں سے سرخ پشتہ کا رسالہ ”جوش مذہبی“ نام نکال لایا تھا۔ مختصر جلدی میں تمام ہوگیا اور نیند نہ آئی، آخر یہ خط لکھنے بیٹھ گیا...... آپ کے رسالہ جوش مذہبی سے مجھے پتہ لگا ہے کہ آپ کو قسطنطنیہ کے حالات پر بھی گونہ آگہی ہے۔ اس لئے عرض ہے کہ جس طرح مصر کے بے پایاں سمندر یا نیل کے فیضان سے ہر ہفتہ پنجاب فیض پاتا ہے اور ہزاروں عمدہ عمدہ کتابیں ہمیں ملتی ہیں۔

کیا قسطنطنیہ ایسی داد و دہش میں بے پروائی میں ہے۔ روح البیان، عینی شرح بخاری، مجموعہ شرح مواقف کوئی عمدہ کتاب ہمیں نہیں ملی۔ تفسیر، حدیث تاریخ، کلام جدید ادب، فلسفہ، طبعیات، سیرۃ محمدیہ۔ مدارس کے کورس۔ اگر آپ کو حرج و تکلیف نہ ہو تو آپ ایسے پتہ بتادیں۔ جس کے ذریعہ ہم کتابوں پر اطلاع پاسکیں او رپھر منگواسکیں اور روپیہ بااحتیاط پہنچ سکے یا بھیجا ہوا ضائع نہ ہوجائے۔ ’نور دین‘

(اخبار الحکم قادیان 24 مارچ 1901ء صفحہ 6)

ایک نصیحت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ایک شخص کو رخصت کے وقت یہ نصیحت لکھ کر دی۔ ”آپ بہت استغفار کیا کریں۔ نرمی مزاج میں پیدا ہو۔ نیک نمونہ بنیں۔ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفۡسِیۡ وَ مَالِیۡ وَ دِیۡنِیۡ۔ اَللّٰھُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِقَضَائِکَ حَتّٰی لَا اُحِبَّ تَعۡجِیۡلَ مَا اَخَّرۡتَ وَلَا تَاۡخِیۡرَ مَا عَجَّلۡتَ

دینی معاملات میں دیانت امانت مدنظر رہے۔ معاملہ بہت صاف ہو۔ جھوٹ پر ہرحالت میں ہمیشہ پرہیز رہے۔(اخبار بدر قادیان 18 ستمبر 1913ء صفحہ 2)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دعائیہ کلمات

اے ہمارے رب قدیم سب دل تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تیری مدد کے سوائے ہمیں کوئی توفیق حاصل نہیں ہوسکتی۔ تو ہم پر رحم فرما اور اس نور سے جو تو نے ہمارے درمیان اپنے فضل سے نازل کیا۔ رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کی ہمت اور قوت عطا کر۔ تو ہی ہے جو دیتا ہے اور تیرے سوائے کوئی نہیں جس سے ہم مانگیں اور پائیں تو اس نورالدین کی دعاؤں کو قبول کر اس کی خواہشوں کو پورا کر اور اسے دینی دنیوی حسنات سے مالامال کردے کہ تو ہی خالق ہے اور تو ہی مالک ہے۔ اور سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے۔

(اخبار بدر قادیان 24 جولائی 1913ء صفحہ 2)

آپ اپنی انہی اداؤں کی بدولت امام الزمان کے خدام خاص میں شمار ہوئے، پھر اپنے امام کی اس حد تک اطاعت کی کہ آقا نے ان الفاظ میں سراہا۔

”وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے“۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 586)

اور انہیں اپنے ربّ کی آیات میں سے ایک آیت قرار دیا اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے۔ اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ جو دین کے بارے میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کی نورانی صورت کی طرح نورالدین ہے...... پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا ہو۔ جس طرح کہ حضرت نبی کریم ﷺ حضرت فاروقؓ کے ملنے سے خوش ہوئے تھے“۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 582-581)

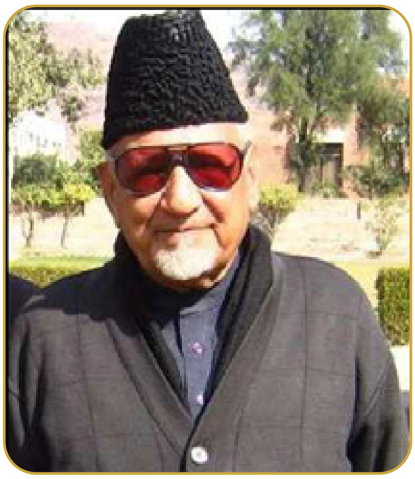

صلیب عشق پر چڑھنے کی دیر تھی مضطرؔ
وہ پھول برسے، گڑھے پڑ گئے زمینوں میں

(مرتّبہ: محمد انیس دیالگڑھی)

چوہدری محمد علی صاحب مضطرؔ عارفی نے خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی 2008ء کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے منعقد کئے گئے ایک مشاعرہ میں خلافت کے بارہ میں کچھ دیر نثر میں بھی اظہار خیال فرمایا۔ اس دوران آپ جذبات کی رَو میں بہہ جاتے رہے۔ خلافت سے گہری محبّت میں ڈوبی ہوئی آپ کی یہ جذباتی کیفیت تحریر میں ڈھال کر ہدیہ قارئین ہے:

لوگ سمجھتے ہیں کہ خلافت ایک گدّی ہے۔ خلافت صلیب پر چڑھنے کا نام ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کسی پر ہوتا ہے تو وہ وہ نہیں رہتا، وہ سب کا ہوجاتا ہے۔ وہ پھر یہی کہتا ہے کہ ہم کسی کے خلاف نہیں، دشمنی کسی سے نہیں دوستی سب سے، اور اپنی آنکھوں سے اس عاجز نے، بہت قریب سے دیکھا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر، اس کو حاضر ناظر جان کر یہ گواہی دیتا ہوں کہ چار خلفاء کو قریب سے دیکھنے کا، بہت قریب سے دیکھنے کا، بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے اور کاش دنیا یہ جان سکتی جتنے حسین وہ نظر آتے ہیں اس سے کروڑوں گنا حسین وہ اپنی پوشیدہ زندگی میں ہیں۔ خلیفہ جیسا دکھی انسان کوئی نہیں ہے۔ ہم سب کا دکھ اس کا دکھ ہے۔ ہم سب کی خوشی اس کی خوشی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک لڑکا قتل ہوگیا۔ غالباً مبشر نام تھا گوجرانوالہ کا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس وقت خلیفہ نہیں تھے، کراچی گئے ہوئے تھے۔ تو آدھی رات مجھے ایک بجے کے قریب فون آیا ان کا کہ یہ وہی مبشر تو نہیں جو ہر وقت مسکراتا رہتا تھا۔ میں نے کہا جی یہ وہی ہے۔ اور پھر ساری عمر یاد رکھا اس کو، یہ نہیں کہ بھول گئے ہوں۔ خلافت کے بعد بھی جب کبھی ذکر آتا تھا تو مبشر کا ذکر فرماتے تھے۔ تو ان کے جو دکھ ہیں ہم تو اس کا اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ ہم تو ایک دعا کا خط لکھ کر خاموش ہوجاتے ہیں اور ان پر یہ غم ڈال دیتے ہیں۔ مجھے یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کسی سوال کے جواب میں فرمایا: کہ کوئی مجنون اور پاگل ہی ہوگا جو خواہش کرے کہ میں خلیفہ بن جاؤں اور مجھے پتا ہے ذاتی طور پر کہ حضور کتنے بڑے بڑے دُکھ لئے پھرتے تھے اور ان سب کی ستاری کی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ کچھ لوگ ظاہر ہوگئے۔ پھر مجبوراً (خلافت کے اور بھی تو فرائض ہیں) اپنا فرض حضور کو پورا کرنا پڑا لیکن وہ ستار خدا کے عکس بھی ہوتے ہیں وہ ستاری بھی کرتے ہیں۔ ایسے ایسے لوگ تھے جو بظاہر نظر آتے تھے کہ بڑے عظیم الشان لوگ ہیں لیکن درپردہ وہ خلافت کے خلاف تھے اور حضرت صاحب کو علم تھا لیکن مجال ہے کسی لمحہ بھی یہ اظہار ہوا ہو اس کا عملاً یا خیال کے طور پر کہ ان سے کچھ distance ہو یا کچھ ہو۔ تو اس لئے چونکہ خلافت کی جوبلی کا یہ سال ہے۔ میں ایک عاجز ایک نالائق سے احمدی کی حیثیت سے جماعت کے فرد کی حیثیت سے آپ سب تک یہ بات اپنے جذبات پہنچانا چاہتا ہوں کہ خلافت جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور وہی اس کا حافظ و ناصر ہے۔ ہمارے قیام سے نہ خلافت کو کوئی طاقت پہنچ سکتی ہے نہ ہمارے گرنے سے خلافت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ خلیفہ وقت اگر اکیلا کھڑا ہو تو پھر بھی وہ خلیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ میرا ہی ایک شعر ہے جب ایم ٹی اے آیا ہے کہ۔

وہی آج ہے مہبطِ جبرائیل
اسی پر اُترتا ہے ربِ جلیل

ہم میں سے ہر شخص اپنے دل میں جھانک کر دیکھے کیا ہم اہل ہیں یہ کہلانے کے کہ حضور ہم آپ کے ساتھ کھڑے ہیں اور آپ کے برابر کھڑے ہیں۔ ہم تو ان کی وجہ سے کھڑے ہیں وہ ہماری وجہ سے نہیں کھڑے ہیں۔ تو اگر کسی کے دل میں خدانخواستہ یہ خیال ہو تو اس کو یہ خیال نکال دینا چاہیے۔ خلافت جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ تو یہ ٹوٹ نہیں سکتی۔ ہم پرستش نہیں کرتے ہیں۔ پرستش تو محمد رسول اللہ ﷺ کی بھی نہیں کرتے۔ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لیکن يُوحَىٰ إِلَيَّ بشر بشر ہے دیکھنا کہیں اور نہ کچھ سمجھنا۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے، وحی ہوتی ہے اور وہی تعلق یہاں موجود ہے۔ ورنہ تو انسانیت کے لئے زندگی کا کوئی مقصد نہیں۔ اس کے بغیر تو زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں بنتا۔ میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں مجھے بھی کچھ موقع ملا ہے بڑے بڑے فلسفیوں کو پڑھنے کا، جو ماڈرن ہیں خاص طور پر ان کا۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کو یہ یقین ہو کہ جو میں کہہ رہا ہوں یہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ ہمیں اکٹھا کر دیا اور اس رسی سے باندھ دیا اور ہم نے اس رسی کو پکڑ لیا۔

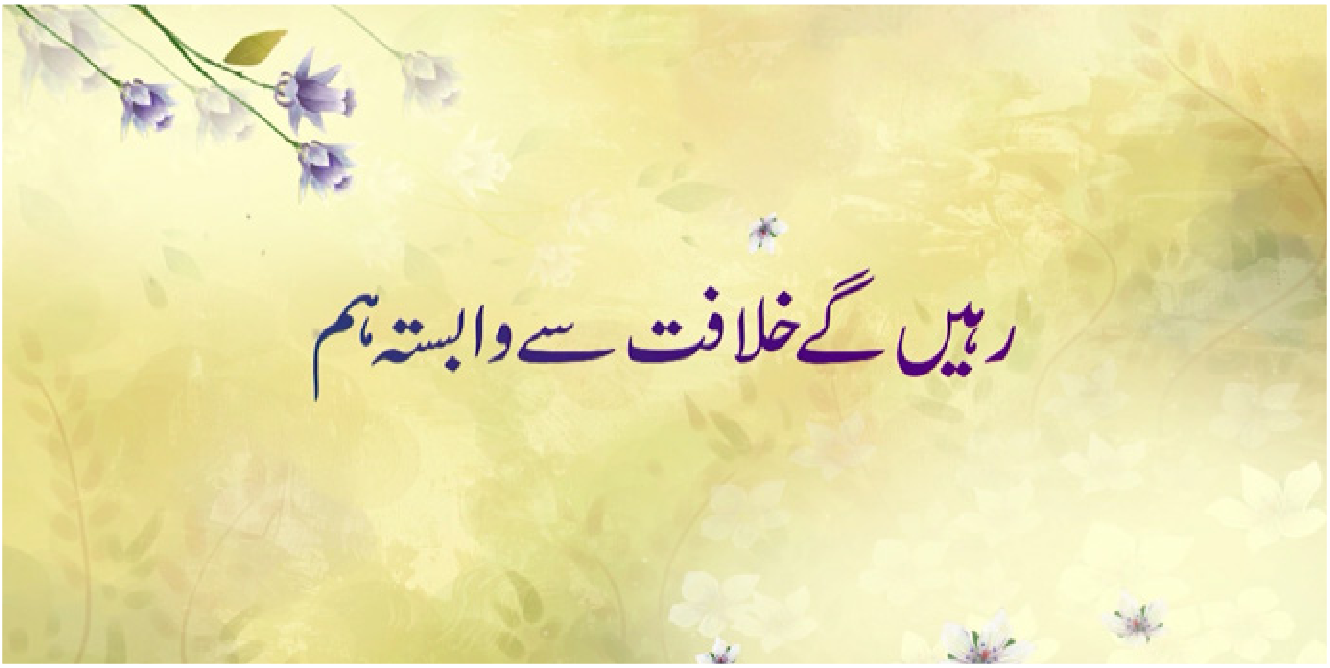

چراغ خلافت کی ضیاء پاشیاں

(مکرم مولانا عبدالباسط طارق صاحب۔مربی سلسلہ حال گروس گیراؤ جرمنی)

اُخوّت اور باہمی محبّت ہر معاشرہ کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے ذریعہ ایک یک جہتی اور اتحاد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے اسلامی معاشرہ کو ایک قوت ملتی ہے جس سے دشمن کو نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ مومنوں کی ایسی جماعت جن کے دل آپس میں محبّت کی ڈور سے بندھے ہوئے ہوں انہیں خدا کی تائید اور ہر شعبہ زندگی میں خدا کی طرف سے ایسی قوت اور برکت ملتی ہے کہ دشمن قوتوں کو رخنہ اندازی کی جرأت نہیں ہوتی چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (سورۃ صف: 5) یعنی اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے رستہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ ایک دیوار ہیں جس کی مضبوطی کے لئے اس پر سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا ہے (تفسیر صغیر) چنانچہ تاریخ اسلام اس بات پہ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کی خلاف کی نعمت سے وابستگی کی وجہ سے اتحاد کی قوت قائم رہی۔ انہوں نے کمزوری اور بے سروسامانی کے باوجود دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکر لینا پڑی تو انہیں بھی پاش پاش کر دیا۔ ساری دنیا میں اسلام تیزی سے پھیل گیا اور ایران، مصر اور ترکی میں مسلمانوں کی مضبوط حکومتیں قائم ہوگئیں۔ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کے وقت میں جب منافقوں کی شرارتوں کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلافات پیدا ہوئے اور ہر طرف یورشوں اور سازشوں کا جال بچھ گیا اور حضرت علیؓ کی خلافت پر حملے شروع ہوئے اور امیر معاویہؓ نے اپنی علیحدگی کا اعلان کیا تو اس وقت روم کے بادشاہ نے مسلمانوں کی اس نااتفاقی اور انتشار سے فائدہ اٹھانا چاہا اور امیر معاویہ کو کہا کہ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ ہم مل کر حضرت علیؓ پر حملہ کر کے انہیں زیرنگیں کر لیں گے اس پر امیر معاویہ نے جواب دیا کہ اگر تم نے مسلمانوں پر اور حضرت علیؓ پر حملہ کیا تو یاد رکھو پہلا شخص جو حضرت علیؓ کی حمایت میں باہر نکلے گا۔ وہ مَیں ہوں گا اس پر روم کا بادشاہ خاموش ہوگیا اور اسے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوسکی لیکن افسوس کہ خلافت کی نعمت کی قدر نہ کرنے کی وجہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہوگیا اور خود مسلمان ہی اپنے مسلمان بھائی کا خون بہانے لگا۔ پھر امت مسلمہ 73 فرقوں میں تقسیم ہوگئی اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق امت مسلمہ پر زوال آ گیا۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے ہمیں بہت سبق ملتے ہیں۔ اے کاش کہ امت کے علماء اس نکتہ کو سمجھتے۔

خداتعالیٰ نے اس زمانہ میں مسیح موعودؑ کو بھیج کر اور آپؑ کے ذریعہ سے خلافت کی کھوئی ہوئی نعمت دوبارہ مسلمانوں کو عطا کی ہے تا کہ خلافت کی برکت سے دوبارہ ان میں اتحاد اور الفت پیدا ہو اور اس اتحاد کے نتیجے میں دوبارہ ان کو قوت حاصل ہو تا کہ وہ دشمنان اسلام کی سازشوں اور حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔

تالیف قلوب نبوت کا معجزہ ہے

خدا تعالیٰ جب لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجتا ہے تو جو لوگ صداقت کو پہچان کر اس نبی پر ایمان لاتے ہیں خدا تعالیٰ ان کے دلوں میں اس نبی کی محبّت پیدا کر دیتا ہے اور اس کے ماننے والے عاشقان جاں نثار ہر لمحہ اس کو دیکھ کر تسکین پاتے ہیں۔ اس کی باتوں کو غور سے سن کر اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالتے ہیں۔ اسی عشق کی کیفیت میں وہ اپنے اموال، اپنی جانیں اور اہل و عیال کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور اس کے ہر حکم پر بلا چون وچراں لبیک کہنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ محبّت اور عشق کی کیفیت ایک عجیب رنگ رکھتی ہے جس کا کوئی دوسرا اندازہ نہیں کر سکتا۔ باقی انبیاء کے حالات کی تفصیلات کا تو پتہ نہیں چلتا لیکن نبیوں کے سردار محمد ﷺ کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کے صحابہ نے ایک موقع پر آپ کو یہ یقین دہانی کروائی کہ ہم آپ ﷺ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں پر سے نہ گزرے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہوتا ہے اور یہ فدائیت ایک معجزانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس معجزہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نبی پر ایمان لانے والے مومنین کے دلوں کو محبّت کی ڈور سے ایسا باندھ دیتا ہے کہ وہ گویا ایک وجود بن جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے سچی ہمدردی، سچی خیر خواہی کرنا، اپنے مومن بھائی کی تکلیف سے بے چین ہو جانا، اس کی مصیبت کے وقت ہر چیز قربان کر کے اس کی بے چینی اور تکلیف کو دور کرنا، دیکھنے والوں کو حیران کر دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَ اَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیۡنَہُمۡ

ترجمہ: اور اس نے ان کے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔ اگر تُو وہ سب کچھ خرچ کر دیتا جو زمین میں ہے تب بھی تُو ان کے دلوں کو آپس میں باندھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن یہ اللہ ہی ہے جس نے ان (کے دلوں) کو باہم باندھا۔

دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں سیاسی پارٹیاں، تنظیمیں اور مذہبی جماعتیں ہیں اور وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے لاکھوں ڈالر خرچ کرتے ہیں اس کے باوجود دیکھا گیا ہے کہ تنظیم کے ممبران نے اپنے سربراہ کے خلاف بغاوت کر دی یا ممبران کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا اور سیاسی پارٹیوں میں تو اندرونی خلفشار اور رسہ کشی روز مرّہ کی بات ہے محض دولت اور طاقت کے بل بوتے پر دلوں میں انقلاب نہیں آ سکتا انسانوں کے دل خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ دنیا کے تمام اموال خرچ کرنے کے باوجود کسی انسان کے دل میں کسی شخصیت کے لئے بے انتہا محبّت اور اطاعت کے جذبات کو پیدا نہیں کیا جا سکتا، ایسے جذبات پیدا کرنا صرف اور صرف خدا کا کام ہے اور اسی طرح مومنوں کے دلوں کو آپس میں اس طرح جوڑ دینا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے اور کسی تکلیف کو دور کرنے کے لئے اپنا نقصان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور خوشی خوشی کئی امور میں اپنا حرج کر کے بھی دوسروں کی مدد کرنے کے لئے آمادہ رہیں۔ یہ کام بھی خدا تعالیٰ کا ہے یہی وجہ ہے اس باہمی محبّت کی وجہ سے مومنین کی جماعت میں ایسا اتحاد اور یک جہتی پیدا ہو جاتی ہے اور انہیں ایسی قوت ملتی ہے کہ وہ کمزور اور بے سروسامان ہونے کے باوجود اپنے طاقتور دشمن پر غالب آ جاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: کَمۡ مِّنۡ فِئَۃٍ قَلِیۡلَۃٍ غَلَبَتۡ فِئَۃً کَثِیۡرَۃًۢ بِاِذۡنِ اللّٰہِ (سورۃ البقرہ: 250)

ترجمہ: کتنی ہی کم تعداد جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے کثیر التعداد جماعتوں پر غالب آ گئیں۔ آیت مذکورہ بالا میں جو دعویٰ کیا گیا ہے اس کا نظارہ دنیا میں ہمیں جنگ بدر میں نظر آتا ہے کہ کس طرح 313 نہتے صحابہ ایک ہزار کے مسلح لشکر کفار پر غالب آئے۔

آج عالمگیر جماعت احمدیہ نے تمام دنیا کے انسانوں کو خدا تعالیٰ کی طرف لے کر آنا ہے اور مسیح نے جو تخت محمد رسول اللہ ﷺ سے لے لیا ہے۔ اسے چھین کر دوبارہ محمد عربی ﷺ کے قدموں میں لا کر رکھنا ہے دشمنوں سے گھری ہوئی جماعت احمدیہ کے افراد اگر آپس میں اُخوّت اور محبّت کا ثبوت دیں گے اور یک جان ہو کر اپنے وسائل کو مجتمع کر کے خلیفۂ وقت کی ہدایات پر سنجیدگی سے عمل کریں گے تو ہی اس عظیم الشان کام میں کامیابی ممکن ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنے بھائیوں کے لئے ہر قسم کی رنجشوں سے پاک کرے، آمین۔

جماعت احمدیہ عالمگیر کا جلسہ سالانہ

اُخوّت اور موّدت کی علامت

جماعت احمدیہ عالمگیر کا جلسہ سالانہ جس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور جس کی برکات کے چشمہ شیریں سے ہر قوم نے پی کر اپنی پیاس بجھائی ہے وہاں یہ عظیم نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ بلاد عربیہ، بلاد افریقہ اسی طرح جزائر کے رہنے والے امریکہ اور یورپ نیز ایشیاء کے رہنے والے احمدی جن کی زبان مختلف، جن کے رنگ مختلف، جن کے کلچر مختلف، جب آپس میں ملتے ہیں تو ایسی محبّت اور گرم جوشی سے مصافحہ اور معانقہ کرتے ہیں۔ گویا کہ برسوں کے شناسا ہوں اور دل محبّت کے جذبہ سے جوش مارتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کی برکت سے احمدیوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے محبّت کی ڈوری سے باندھ دیا ہے، الحمد للہ علیٰ ذالک

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا (آل عمران: 104) ترجمہ: اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

اس آیت کریمہ میں حبل اللہ سے مراد اکثر علماء کے نزدیک انبیاء کرام یا ان کے خلفاء کا وجود ہے اور پیغام یہ ہے کہ خلیفۂ وقت یا وقت کے ماُمور سے مضبوط تعلق رکھنے سے ہم تفرقہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھ سکتے ہیں جتنا تعلق کم ہوگا اتنا ہی تفرقہ زیادہ ہوگا پھر ہمیں یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ انبیاء اور خلفاء کا وجود بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ ان سے وابستہ رہ کر ہی سچی اُخوّت اور سچی خیرخواہی مومنوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے پیدا ہوسکتی ہے اور ایک دوسرے کے لئے بمنزلہ بھائی بن کر تعاون کر سکتے ہیں۔

ہماری جماعت احمدیہ کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ خلافت کی خدائی نعمت کی قدر کرنے والا ہو وہ خود بھی خلافت سے مضبوط تعلق رکھے اور اپنی اولاد کو بھی خلافت سے وابستہ کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔ خلافت سے تعلق کے لئے ضروری ہے کہ ہم حضورِ اقدس کو دعا کے لئے خط لکھیں۔ ملاقات کا شرف حاصل کریں۔حضور کے خطبات، تقاریر اور بچوں کی کلاسز میں حضور کے ارشادات کو غور سے سنیں۔

ایثار دینی اُخوّت کی علامت ہے

آنحضرت ﷺ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے مکہ سے مدینہ ہجرت کی آپؐ نے آتے ہی انصار اور مہاجرین میں مواخات قائم کی یعنی دو مسلمانوں کو ملا کر کہا کہ آج سے تم ایک دوسرے کے بھائی ہو۔ اس مواخات کے قیام کے بعد باہمی محبت اور پیار کے نہایت حسین نظارے نظر آئے۔بعض انصار نے اپنے مہاجر بھائی سے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں مَیں ایک کو طلاق دیتا ہوں تم اس سے شادی کر لو بعض نے کہا کہ تم میرا آدھا مال لے لو اور اس سے تجارت کر لو۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مواخات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنا حرج اور نقصان کرکے بھی اپنے مومن بھائی کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: 10) اور وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے ہی گھر تیار کر رکھے تھے اور ایمان کو (دلوں میں) جگہ دی تھی وہ ان سے محبّت کرتے تھے جو ہجرت کرکے ان کی طرف آئے اور اپنے سینوں میں اس کی کچھ حاجت نہیں پاتے تھے جو اُن (مہاجروں) کو دیا گیا اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ایک ضروری ہدایت دی ہے اور وہ یہ کہ دنیا کے معاشی اور سیاسی حالات ہمیشہ ہر زمانہ میں بدلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مذہبی عقائد کی بنا پر بھی انسانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہر زمانہ میں دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں لوگ اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے ممالک میں ہجرت کرنے پر مجبور ہوں گے اس لئے ہجرت کرکے آنے والے مصیبت زدہ لوگوں سے محبّت کرنا، ان کی تکالیف کا احساس کرنا، ان کو دھتکارنا نہیں، ان کو بوجھ یا مصیبت نہ سمجھنا بلکہ ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا حرج کرکے بھی ان کی ضروریات کا خیال رکھنا۔

مومنین کی جماعت کی مثال ایک جسد کی سی ہے

آنحضرت ﷺ نے مومنوں کی جماعت کو ایک نہایت کامل اور خوبصورت تشبیہ دے کر یہ احساس دلایا ہے کہ سچے اور حقیقی مومن باہم مل کر ایک جسم کی طرح ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح جسم کے کسی حصہ میں کوئی بیماری ہو تو سارا جسم بخار اور بے چینی میں مبتلا ہوجاتا ہے یہی حال مومنوں کا ہے اگر کسی بھائی کو کوئی مالی پریشانی، بیماری یا کوئی اور تکلیف گھیرے تو تمام اسلامی معاشرہ کے افراد بے چین ہوجاتے ہیں اور حتی الوسع اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسانی جسم میں ہر جگہ اعصاب اور رگیں بکھری ہوئی ہیں اور ان سب کا تعلق دماغ سے ہے جو جسم میں۔

آئے گی آخر صبحِ بہاراں

بزمِ خلافت جنّت یاراں
راحتِ جانِ سینہ فگاراں
جُھکتے ہوؤں کو جھک کے اُٹھائے
فرمانروائے سجدہ گذاراں
اپنی وفا ہی اپنا صِلہ ہے
آئے نہ آئے شامِ نگاراں
جب بھی زمیں کے خشک ہوں چشمے
رحمتِ باری بنتی ہے باراں
ساقیٔ کوثر! ساقیٔ کوثر!!
چشم براہ ہیں بادہ گساراں
عشق و وفا کی جیت کا منظر
تُو نے بھی دیکھا وادیٔ فاراں
اَور سیہ شب کی سیاہی
آئے گی آخر صبحِ بہاراں

(مکرم عبدالمنان ناہید صاحب مرحوم)

عید مبارک

قارئین اخبار احمدیہ جرمنی کی خدمت میں عیدالفطر کے موقع پر دلی عید مبارک پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے تمام عالم اسلام اور انسانیت کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور حقیقی خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔

(ادارہ اخبار احمدیہ جرمنی)

مدیر کے قلم سے

'کھلا تو ہے تیری جنت کا باب جانے دے'

رمضان المبارک کا آخری عشرہ

آنحضور ﷺ نے رمضان المبارک کو تین حصوں میں تقسیم فرما کر ہمیں اس کی برکات سمیٹنے کی تلقین فرمائی ہے۔ پہلے عشرے یعنی پہلے دس دنوں کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اِن دنوں میں اپنی رحمت عام کرتا ہے اور دوسرے عشرے کے دوران اس کی مغفرت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جبکہ آخری عشرہ کے بارہ میں آنحضور ﷺ نے بشارت دی کہ اس میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے آگ سے نجات کے سامان فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی اس آخری عشرہ کا آغاز ہوتا، آنحضور ﷺ کی مصروفیات میں غیرمعمولی اضافہ ہوجاتا، آپ کی عبادات میں ایک نیا رنگ آجاتا اور حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کے لئے بھی ایک نیا جوش آپ کے سینہ میں جنم لیتا۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ آخری عشرہ میں آنحضور ﷺ عبادات میں اتنی کوشش فرماتے تھے جو اس کے علاوہ دیکھنے میں نہ آتی تھی، اس عشرہ کے شروع ہوتے ہی گویا آپ کمر کس لیتے تھے۔ اس عبادت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ رمضان کے علاوہ دنوں کے دوران آنحضور ﷺ کی عبادات کے بارہ میں جو روایات ہیں وہ ایسی ہیں کہ انہیں پڑھ کر دل لرز اُٹھتا ہے کہ ایک انسان اتنی عبادت بھی کرسکتا ہے۔ ساری ساری رات بسا اوقات خدا کے حضور بلکتے ہوئے ایک سجدہ میں گزار دیتے تھے اور جوشِ گریاں سے جیسے ہنڈیا اُبل رہی ہو ایسی آواز آپ کے سینہ مبارک سے آرہی ہوتی تھی۔ یہ رمضان کی بات نہیں بلکہ عام دنوں میں آپ کا یہ حال ہوتا تھا، رمضان کی راتوں میں تو ایک حشر بپا ہوجاتا تھا۔ اس کا نقشہ ایک روایت میں یوں کھینچا گیا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ ہر رات آپ ﷺ کو ملتے اور آپ کو اجود بالخیر من الریح المرسلۃ یعنی نیکیوں میں تیز آندھی سے بھی آگے پاتے یعنی نیکیوں اور صدقات کی دوڑ میں سب سے آگے بڑھنے والے تھے یہاں تک کہ جن نیکیوں کا دوسرے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، آپ وہاں بھی پہنچ کر حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا فرما رہے ہوتے۔ رات کو اپنے خدا کی یاد میں غرق ہونے میں بھی سب سے زیادہ تھے اور خیر کے جتنے بھی اعلیٰ پہلو ہیں ان سارے پہلوؤں میں محمد رسول اللہؐ میں ایسی تیزی آئی ہوتی جیسے جھکڑ چل رہا ہو۔ گویا آپؐ کی نیکیوں میں، صدقات میں ایک طغیانی آجایا کرتی تھی اور یہی طغیانی ہم میں سے ہر ایک کی زندگی میں بھی ان ایام میں آجاتی ہے۔ پھر اپنے محبوب کا قرب، رضا اور دیدار حاصل کرنے کے لئے ہرقسم کے دنیوی جھمیلوں سے آزاد ہو کر اسی کے دَر پر آ کر دھونی رَما لیتے اور یہ آخری دس روز حالتِ اعتکاف میں گزارتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک مرتبہ اس اعتکاف کا کیا خوبصورت نقشہ کھینچا تھا، فرماتے ہیں:

"جب اعتکاف آجائے تو پھر تو آبشار کا منظر بالکل سامنے کھل کے آجاتا ہے۔ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہ آدمی خود چل رہا ہے یا چلایا جا رہا ہے۔ کشتیاں کئی دفعہ چلائی جاتی ہیں کئی دفعہ وہ تمہیں بہا کے لے جاتی ہیں۔ تو رمضان کے آخری دس دن تو انسان کو بہا لے جاتے ہیں اور اَور قسم کی بھی آبشاریں پیدا ہوتی ہیں جو آنسوؤں سے جاری ہوتی ہیں، دلوں سے پھوٹتی ہیں اور دعاؤں کی آبشاریں ہیں جو ان آنسوؤں کے ساتھ ساتھ گرتی ہیں۔ پس عجیب مناظر ہیں جو آخری دس دن ہمارے سامنے لانے والے ہیں۔......... پس دعا کریں اور توفیق پائیں اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ساتھ، محنت کے ساتھ کہ جو دن باقی ہیں ان کا حق ادا کریں ان کو اس طرح اپنا لیں کہ آپ کو ان دنوں سے پیار ہونے لگے۔ وہ دن آپ کو ایسا اپنا لیں کہ اپنی برکتیں آپ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں۔ پس جب نکلیں تو دامن بھرے ہوئے ہوں۔ نکلیں تو کچھ پیاس بجھی ہوئی ہو، کچھ پیاس لگی ہوئی ہو"۔ (فرمودہ 9 فروری 1996ء بمقام مسجد فضل لندن)

پس اس اعتبار سے ہم نے اپنے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے رمضان کے یہ آخری ایام گزارنے ہیں، اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم آپ کی دی ہوئی بشارت کے مطابق اپنے لئے آگ سے بچاؤ کے سامان کرنے والے ہوں گے۔ آنحضور ﷺ کی طرح کی عبادات بجا لانا یقیناً بہت مشکل امر ہے اور ایک عام انسان کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے مگر رمضان المبارک کے ان ایام میں تو اللہ تعالیٰ خود قریب آجاتا ہے جس کے نتیجہ میں ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بھی آسان کر دی جاتی ہے۔ پس ان دنوں سے فائدہ اٹھائیں اور ان دنوں کا حقیقی معنوں میں استقبال کریں، ان کو وداع کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کے استقبال کے لئے اپنے بازو پھیلائیں، اپنے سینے کے دَر وا کر دیں اور پوری کوشش کریں کہ رمضان کی برکتیں ہر طرف سے ہمیں گھیر لیں اور ہمارے وجودوں میں اس طرح داخل ہوجائیں جیسے سورج طلوع ہوجاتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمل کے لحاظ سے ان دس دنوں یعنی آخری عشرہ سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے نزدیک اور کوئی دن نہیں ہیں، عمل کے لحاظ سے جو ان دنوں میں برکت ہے ایسے اور کسی عشرہ اور کسی اور دن میں نہیں ہے۔ پس مبارک ہو کہ یہ مبارک عشرہ شروع ہونے والا ہے۔ اگر ہم ان کا آنحضور ﷺ کی سنت پر قدم مارتے ہوئے استقبال کریں گے اور آپ کی طرح اسے گزاریں گے تو یقیناً یہ برکتیں آپ کے گھروں میں اتر کر ٹھہر جائیں گی اور پھر کبھی رخصت نہ ہوں گی۔

اس آخری عشرہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایک ایسا جمعہ آتا ہے جس کی آنحضرت ﷺ نے بہت عظمت بیان فرمائی ہے۔

لیکن بدقسمتی سے اسے جمعۃ الوداع کہنے کی ایک اصطلاح چل پڑی ہے۔ اور بہت سے مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ جمعۃ الوداع ایسی طلسمی خصوصیات رکھتا ہے کہ اس دن چار رکعت نماز پڑھ لو تو قضائے عمری ادا ہو گی۔ یعنی جتنی چھُٹی ہوئی نمازیں ہیں وہ ادا ہوگئیں اور اب مزید نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے اس خیال پر حیرت ہوتی ہے کیونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ اس قسم کا فاسد اور باطل تصور اپنی امت کو دے ہی نہیں سکتے جس کے نتیجہ میں غفلت پیدا ہو اور اپنے ربّ سے دوری واقع ہو۔ آپؐ تو قطع نظر جمعۃ الوداع کے ہر جمعہ کی برکات وفیوض اور اہمیت بیان کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ اس جمعہ کا حقیقی تصور بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا ہے:

"یہ جمعہ اگر کوئی اہمیت رکھتا ہے سوائے اس کے اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ یہ وہ مبارک دن ہے جس میں وصلِ الٰہی کا سب سے زیادہ امکان ہے اور وصل کے بعد وِداع کا تصور تو بڑا دردناک تصور ہے۔ یہ تو ساری خوشیوں کو المیہ میں تبدیل کر دینے والا تصور ہے۔ پس اگر جمعۃ الوداع کا معنی یہ ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ جمعہ آیا اور آ کر چلا گیا۔ پس اسے رخصت کرو اور جس طرح یہاں رواج ہے "ٹاٹا" کہہ کے اس جمعہ سے چھٹی حاصل کرلو تو یہ بالکل غیر دینی بلکہ ایسا تصور ہے جسے کوئی عاشق قبول نہیں کرسکتا۔ پس یہ جمعہ درحقیقت جمعۃ الوصال کی حیثیت سے ہی اہمیت رکھتا ہے اور جمعۃ الوصال کی حیثیت سے ہی اسے سمجھنا چاہیے"۔

(خطبہ جمعہ الفضل 17 جون 1990ء)

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی ایک اور عظیم الشان خصوصیت آنحضور ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کی طاق راتوں میں سے ایک رات ایسی بھی ہوتی ہے کہ اس میں "جو دعا کیجئے قبول ہے آج" کا ماحول ہوتا ہے۔ اسے خدا تعالیٰ نے لیلۃ القدر قرار دیا ہے اور اسے ہزار مہینوں یعنی اوسطاً انسانی عمر کے برابر بتایا ہے۔ اس مبارک رات کی یہ شان بھی بیان ہوئی ہے کہ اس میں قرآن کریم نازل کیا گیا، فرشتے بکثرت اُترتے ہیں اور فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ یعنی اس (رات) میں ہر حکمت والے معاملہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اگر یہ مبارک رات مجھے نصیب ہوجائے تو میں کونسی دعا مانگوں؟ معلّم حکمت وعرفان ﷺ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی کہ اے میرے پیارے اللہ! تو یقیناً بہت معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند بھی فرماتا ہے، پس میری خطائیں اور گناہ معاف فرما دے، آمین۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیلۃ القدر کا وسیع تر مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں جو لیلۃ القدر کا ذکر آیا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یہاں لیلۃ القدر کے تین معنی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر کی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ بھی ایک لیلۃ القدر تھا یعنی سخت جہالت اور بے ایمانی کی تاریکی کے زمانہ میں وہ آیا جبکہ ملائکہ کا نزول ہوا کیونکہ نبی دنیا میں اکیلا نہیں آتا وہ بادشاہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لاکھوں کروڑوں ملائکہ کا لشکر ہوتا ہے جو ملائک اپنے کام میں لگ جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں۔ سوم لیلۃ القدر انسان کے لئے اُس کا وقتِ اصفٰی ہے۔ تمام وقت یکساں نہیں ہوتے۔ بعض وقت رسول اللہ ﷺ عائشہؓ کو کہتے ارحنا یا عائشۃُ یعنی اے عائشہ مجھ کو راحت وخوشی پہنچا اور بعض وقت آپ بالکل دعا میں مصروف ہوتے جیسا کہ سعدی نے کہا ہے۔

وقتے چنیں بودے کہ بجبرائیل ومیکائیل پرداختے
و دیگر وقت با حفصہ و زینب در ساختے

جتنا جتنا انسان خدا کے قریب آتا ہے، یہ وقت اُسے زیادہ میسر آتا ہے۔ (الحکم جلد 5، 31/اگست 1901ء ص 13، 14)

پس یہ ایام اور لمحات عبادات، صدقات اور قربانیوں کے ساتھ ساتھ قبولیت دعا کے لئے بھی موسم بہار کا حکم رکھتے ہیں، ان ایام میں خدا تعالیٰ نچلے آسمان پر آجاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا کون بندہ مجھ سے دعائیں مانگ رہا ہے، میں اس کی دعاؤں کو بپایہ قبولیت جگہ دوں، کون مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے، میں اسے بخش دوں اور کون مجھ سے سوال کرتا ہے، میں اس کا سوال پورا کردوں۔ پس ہمیں اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے خالق ومالک مستجیب الدعوات کے حضور اپنی حاجات پیش کرنی چاہئیں اور اس کے لئے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ کیسا پیار اور قوتِ جذب لئے ہوئے ہیں۔

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے
مجھے تُو دامنِ رحمت میں ڈھانپ لے یونہی
حساب مجھ سے نہ لے "بے حساب" جانے دے
سوال مجھ سے نہ کر اے مرے سمیع و بصیر
جواب مانگ نہ اے "لاجواب" جانے دے
مرے گنہ تری بخشش سے بڑھ نہیں سکتے
ترے نثار حساب و کتاب جانے دے
تجھے قسم ترے "ستّار" نام کی پیارے
بروئے حشر سوال و جواب جانے دے
بُلا قریب کہ یہ "خاک" پاک ہو جائے
نہ کر یہاں مری مٹّی خراب جانے دے
رفیقِ جاں مرے ، یارِ وفا شعار مرے
یہ آج پردہ دری کیسی؟ پردہ دار مرے

CELEBRATING 50 YEARS THANKS TO YOU

رمضان مبارک

ان تمام صارفین کو جو اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ پکوانوں کا لطف اٹھارہے ہیں یا دُور بیٹھے کیمرے کی آنکھ سے ماں کے بنائے ہوئے کھانوں کی تعریفیں کرتے ہیں یا کھانے کی میز کے گرد بیٹھے ماں کی بنائی ہوئی ٹلڈا کے زیادہ بڑے اور زیادہ لمبے باسمتی چاول سے بنی مزیدار روایتی بریانی کا لطف اٹھا رہے ہیں

(مکرم رحمت اللہ بندیشہ صاحب۔مربی سلسلہ و استاد جامعہ احمدیہ جرمنی)

عید الفطر اور صیامِ شوّال کے احکام و مسائل

ہر مذہب اور قوم میں مذہبی اور تمدنی تہوار منائے جاتے ہیں۔ اسلام نے بھی اس فطرتی پہلو کو بعض اصلاحی امور کے ساتھ جاری رکھا ہے۔ چنانچہ اِسلام میں خوشیاں منانے کے طریق دوسرے مذاہب سے اس اعتبار سے مختلف ہیں کہ اسلامی تہوار گہری حکمت اور مقصدیت رکھتے ہیں۔مثلاً عید الفطر رمضان کی مشقت کے بعد آتی ہے تو عید الاضحیہ کے پس منظر میں بے مثال قربانیوں کا منظر ہے۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے دو دن کھیل کود کے لیے مقرر کر رکھے تھے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا:ان دو دنوں کی کیا حقیقت ہے۔انہوں نے بتایا کہ ہم جاہلیت کے زمانہ میں بھی ان دنوں کھیل کود کیا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے بدلے میں دو دن عطا فرمائے ہیں جو ان سے بہتر ہیں۔ ایک عید الاضحیٰ دوسرا عید الفطر۔(سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب صلوۃ العیدین)

حضرت مصلح موعود ؓ عید کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”رمضان گزر گیا اور وہ دن آ گیا جسے عید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رمضان ہمیشہ ختم ہو جاتے ہیں اور خدا اپنے بندوں کے لئے عیدیں بھیج دیتا ہے۔ لمبے سے لمبا عرصہ امتحان کا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے رکھا ہے رمضان کا مہینہ ہے۔تیس دن خدا کے بندے روزے رکھتے ہیں، بھوکے رہتے ہیں، پیاسے رہتے ہیں، شہوانی تقاضوں سے بچتے ہیں، راتوں کو جاگتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، تلاوت قرآن کریم زیادہ کرتے ہیں، ذکر الٰہی کرتے ہیں اور بعض تراویح بھی پڑھتے ہیں۔غرض یہ تیس دن کا مہینہ دینی لحاظ سے عجیب لطف اور مزے کا مہینہ ہوتا ہے لیکن جسمانی لحاظ سے ایک امتحان ہوتا ہے کیونکہ خدا کے بندے بھوکے اور پیاسے رہتے اور شہوانی تقاضوں سے اپنے آپ کو مجتنب رکھتے ہیں لیکن یہ ابتلاء ایک مہینہ کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور خدا اپنے بندوں کے لئے عید کا دن لے آتا ہے۔

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 321)

عید کے دن خوبصورت لباس پہننا سنت رسول ﷺ ہے چنانچہ آپؐ ہر عید پر یمنی منقش چادر زیب تن فرمایا کرتے تھے۔(کتاب الاُم لامام شافعی، کتاب صلوۃ العیدین باب الزینۃ للعید)

عید الفطر کے دن تکبیرات پڑھنا بھی مسنون ہے۔ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے روز اپنے گھر سے نکلنے سے لے کر عید گاہ پہنچنے تک تکبیرات پڑھا کرتے تھے“۔(سنن الدارقطنی کتاب العیدین حدیث نمبر:6)۔ اسی سنت کو زندہ رکھنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2006ء میں ایک خصوصی ارشاد کے ذریعہ اس طرف توجہ دلائی تھی۔

نمازعید سے قبل ہر مسلمان پر صدقۃ الفطر (فطرانہ) ادا کرنا ضروری ہے حتّٰی کہ آنحضرت ﷺ ہر چھوٹے، بڑے، آزاد، غلام اور ایسے افراد کی طرف سے فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا کرتے تھے جو کسی کے زیرِ کفالت ہوں۔ (الدار قطنی کتاب زکاۃ الفطر)

عید کے دن آنحضور ﷺ نے روزہ رکھنے سے سختی سے منع فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ عیدالفطر کے دن نماز کے لئے تشریف نہیں لے جایا کرتے تھے جب تک کہ چند کھجوریں نہ کھا لیں۔ (بخاری کتاب العیدین)

عید شان و شوکت کے اظہار کا بھی دن ہے، اُس روز آنحضرت ﷺ پیدل جایا کرتے تھے اور ایک راستے سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس لوٹتے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا)

نمازعید کا وقت سورج کے نیزہ برابر بلند ہونے سے لے کر زوال سے قبل تک رہتا ہے۔ رسول کریمؐ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ جو نجران میں تھے، کو لکھا کہ عیدالاضحٰی جلدی پڑھا کرو اور عیدالفطر قدرے تاخیر سے ادا کیا کرو اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرو۔ (السنن الکبری للبیہقی)

اسی کے مطابق جماعت احمدیہ میں دونوں عیدوں پر عید کی دو رکعت نماز کسی کھلے میدان یا عید گاہ میں زوال سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ (فقہ احمدیہ، حصہ عبادات صفحہ 178)

نمازعید کے مسنون طریق کے مطابق دونوں عیدوں کے موقع پر قراءت سے قبل پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں اور دونوں رکعات میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ (جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ)

اگر مقتدی اس وقت نماز عید میں شامل ہو کہ ایک رکعت مکمل ہو چکی تھی تو ایسی صورت کی بابت آنحضرتؐ کے ارشاد مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا۔ نماز کا جو حصہ تم امام کے ساتھ پالو وہ ادا کرلو اور جو حصہ رہ جائے اسے بعد میں پورا کرلو، کے مطابق وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کی تکمیل اسی طرح کرے گا جس طرح اس نے اسے امام کی اقتداء میں ادا کرنا تھی۔ نماز عید صرف باجماعت ہوتی ہے، انفرادی نہیں۔ (فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ 178)

اگر کسی جگہ مسجد یا نماز سینٹر نہیں ہے اور صرف ایک دو یا چند گھر ہیں یا اگر ایک ہی گھر کے افراد ہیں تو وہ اپنے گھر میں نظام کی اجازت سے عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ خصوصاً آجکل کے مخصوص حالات میں وہی ان کی باجماعت نماز ہے۔ تاہم احباب کو چاہیے کہ مسنون طریق کے مطابق عید کے لئے تیاری کریں۔

آنحضور ﷺ نماز عید سے پہلے یا بعد نوافل ادا نہیں فرمایا کرتے تھے۔ نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے پھر عورتوں کے پاس تشریف لے جاتے اور انہیں اپنی زیارت سے شرف یاب کرنے کے ساتھ نصائح فرماتے۔ (بخاری)

عید کے دن بکثرت صدقہ و خیرات کر کے دوسروں کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کرنا چاہئے۔ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”یہ الٰہی ضیافت کا دن ہے۔ پس مومن کو چاہئے کہ کھانے میں توسیع کر دے اور غرباء کی خبر گیری کرے“۔ (خطبات نور صفحہ 411)

عید کے روز آنحضور ﷺ تفریح کے بھی قائل تھے چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ اس وقت انصار کی دو لڑکیاں میرے ہاں جنگ بعاث کے متعلق شعر گا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: کیا خدا کے رسول کے گھر میں شیطانی بانسریوں کے ساتھ (گانے گائے جا رہے ہیں) یہ واقعہ عید کے روز کا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ (بخاری، کتاب العیدین)

اسی طرح حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ عید کا دن تھا اور اسی روز کچھ حبشی نیزوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے میرے پوچھنے پر یا از خود مجھے فرمایا کہ کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی۔ ہاں۔ اس پر آپ نے مجھے اپنی اوٹ میں کھڑا کر لیا میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ انہیں کہتے تھے کہ اے بنی اَرفَدہ اپنا کھیل جاری رکھو۔ یہاں تک کہ جب میں تھک گئی تو آپ نے فرمایا بس؟ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا تو جاؤ۔ (بخاری، کتاب العیدین)

شوال کے چھ روزے

عیدالفطر کے بعد رمضان المبارک کی برکات کو جاری رکھنے کی خاطر ماہ شوّال کے ابتدائی چھ ایام میں بھی روزے رکھنے کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے سارا سال روزے رکھے“۔

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال)

صیامِ شوال کی اہمیت کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

”رمضان ختم ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کا طریق تھا کہ شوال کے مہینہ میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے۔ اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال بعد آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں وہ ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں، اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں۔“

(خطبات محمود جلد اوّل صفحہ 71)

اگر کسی شخص کے ماہ رمضان کے چند روزے رہ گئے ہوں تو عیدالفطر کے بعد وہ ماہ شوال کے پہلے ہفتہ کے چھ نفلی روزے رکھ سکتا ہے کیونکہ ماہ رمضان کے چھٹے ہوئے روزوں کی تعداد پوری کرنے کے لئے اگلے رمضان تک کی مہلت موجود ہے۔ شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کہ پہلے فرض روزے پورے کئے جائیں اور پھر نفلی روزے رکھے جائیں۔

(تلخیص از الفضل انٹرنیشنل 11 نومبر 2005ء صفحہ 2)

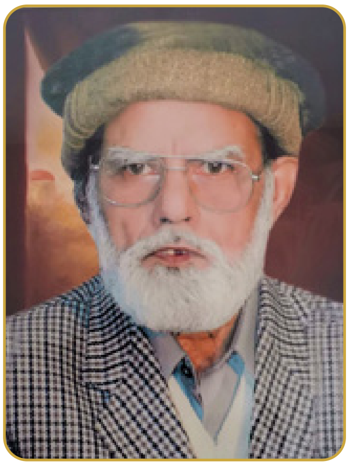

قدم شہادت گہِ محبّت میں ہم نے رکھا ہے

شہیدِ سانحہ لاہور مئی 2010ء محترم الیاس احمد اسلم قریشی صاحب کا ذکرِ خیر

(مکرمہ سارہ اشرف صاحبہ۔ جماعت Ginsheim)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں اُن کو مُردے نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔(سورۃ البقرۃ۔آیت 155)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کے لئے جن انعامات کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک انعام شہادت کا ہے۔

سانحہ لاہور میں راہِ مولا میں شہید ہونے والے قیمتی وجودوں میں سے ایک وجود میرے پیارے ابّاجان محترم الیاس احمد اسلم قریشی صاحب کا بھی ہے جنہوں 28 مئی 2010ء کو بیت النور، ماڈل ٹاؤن میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔شہادت کے وقت آپ کی عمر 76سال تھی۔

ہمارے خاندان میں احمدیت ہمارے دادا جان محترم ماسٹر محمد شفیع اسلم (مرحوم) کے ذریعہ آئی۔ آپ 1894ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے 1913ء میں جب آپ کی عمر صرف سترہ سال تھی، حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی خدمت میں بیعت کرنے کے لئے خط لکھا اور جماعت میں شامل ہوگئے۔ میرے دادا جان فرمایا کرتے تھے کہ یہ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان تھا کہ جو ایک غریب بیوہ کے یتیم بچے پر کیا گیا۔ درحقیقت یہ یتیم کردینے کا عظیم الشان معاوضہ تھا جو احمدیت کی شکل میں مجھے دیا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل کردیا۔ پھر دس سال بعد 1923ء میں میدانِ ارتداد یعنی تحریکِ شُدھی کے موقع پر خصوصی خدمتِ اسلام کا زریں موقع عطا ہوا۔ آپ کو جماعت میں سب سے پہلے سلائیڈز کے ذریعہ الٰہی سلسلہ کی تبلیغ کی توفیق بھی ملی۔ آپ کی شادی مارچ 1921ء میں ہوئی، نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خود مسجد مبارک میں پڑھایا۔ میری دادی جان بے حد نیک پارسا اور بااخلاق خاتون تھیں۔ میری دادی جان کے والد محترم منشی عبدالخالق صاحب پیدائشی احمدی اور صحابی تھے۔ جبکہ ان کے والد بزرگوار حضرت مولوی محمد حسین صاحب ؓ حضرت مسیح موعودؑ کے اوّلین خدام میں سے تھے اور 313 کے مقدس گروہ میں شامل تھے۔حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں آپؓ کا نام متعدد بار آیا ہے۔ محترم منشی عبدالخالق صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ بچپن میں اکثر قادیان حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ منشی صاحب شادی کے بعد قادیان میں مقیم ہوگئے تھے۔ میری دادی جان کا نام بھی حضرت مسیح موعودؑ نے ہی زینب رکھا تھا۔

میرے سب سے بڑے تایا جان یونس احمد اسلم نے کراچی کی جماعت کی طرف سے 1947ء میں اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنا نام لکھوایا اور پیارے مسیح کی پیاری بستی قادیان کی حفاظت کے لئے 313 درویشوں کے پہلے قافلے میں شامل ہوئے اور تادمِ حیات یہ عہد پوری وفا اور صدق وصفا کے ساتھ نبھایا۔

میرے دو چچا جو جرمنی میں مقیم ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی خدمات کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ میرے چچا محترم شعیب احمد اسلم صاحب جو میرے سُسر بھی ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرصہ دراز سے مختلف جماعتی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں، صدر جماعت گنزہائم، سیکرٹری سو مساجد، سیکرٹری وصایا، سیکرٹری تحریکات ریجن گروس گیراؤ، اسسٹنٹ نیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ رہے ہیں۔ اس وقت شعبہ وصایا بیت السبوح میں خدمت کر رہے ہیں۔ میرے چھوٹے چچا محترم کلیم احمد اسلم صاحب ہانوفر میں صدر جماعت، سیکرٹری مال، سیکرٹری اصلاح وارشاد اور جنرل سیکرٹری کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ ہمارے دادا جان کو اللہ تعالیٰ نے اچھی آواز سے نوازا تھا اور جلسہ سالانہ کے موقع پر نظمیں بھی پڑھتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے بیٹوں کو بھی اچھی آواز سے نوازا ہے۔ چنانچہ آپ کے سبھی بیٹوں کو بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر نظمیں پڑھنے کی توفیق ملتی رہی ہے۔

میرے شہید والد مکرم الیاس اسلم صاحب 1938ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ میں حاصل کی۔ انہوں نے گریجویشن تک تعلیم حاصل کی۔ والد صاحب نے اپنے کیرئر کا آغاز ائیر فورس کی ملازمت سے کیا اور 12 سال اس سے منسلک رہے، اس کے بعد نیشنل بینک میں ملازمت شروع کی اور اسسٹنٹ وائس پریزیڈنٹ کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ بحیثیت انسان آپ انتہائی سادہ مزاج، عاجزانہ اور شریف طبیعت کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی ملازمت نہایت ایمانداری اور پوری ذمہ داری سے ادا کی، اپنے ماتحتوں سے بھی ہمیشہ شفقت اور دوستانہ ماحول میں ملتے نیز ان کے ماتحت اور

دیگر افسران بھی یہ جانتے ہوئے کہ والد صاحب احمدی ہیں اُن سے بہت خوش تھے اور ابّو کے اخلاق کی تعریف کرتے تھے۔ آپ اپنا ہر کام پُرسکون طریقے اور وقت پر کرنے کے عادی تھے۔

میری والدہ محترمہ طاہرہ الیاس صاحبہ (مرحومہ) سے والد صاحب کی شادی 22 فروری 1964ء میں ہوئی۔ میرے نانا جان محترم کیپٹن ڈاکٹر سراج الدین صاحب نے بھی 17 سال کی عمر میں احمدیت کی سچائی سے متاثر ہو کر احمدیت قبول کی، میرے سب سے بڑے ماموں محترم ڈاکٹر منور احمد صاحب نے بھی اپنے آپ کو جماعتی خدمات کے لئے وقف کیا اور ایک عرصہ تک افریقہ میں گھانا، نائیجیریا اور گیمبیا میں ہیلتھ سیکشن اسکیم کے تحت ہسپتالوں میں 20 سال تک جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

میری والدہ کی وفات 2016ء میں ہوئی۔ والدہ محترمہ نہایت نیک، دین دار اور بااخلاق خاتون تھیں۔ نمازوں، روزوں پر قائم رہنے والی، باقاعدہ قرآن پاک کی تلاوت اور تہجد گزار اور نوافل کی پابند خاتون تھیں۔ اپنے خاوند کی انتہائی فرمانبردار اور عزت کرنے والی تھیں اور بہت مہمان نواز تھیں، اپنے سسرالی رشتہ داری کو بھی بہت پیار اور محبت سے نبھایا۔ اپنے خاوند کے ماں باپ، بہن بھائیوں کو ہمیشہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی طرح ہی سمجھا۔ ہر رشتہ کو عزت واحترام دینے والی تھیں۔

میرے والد صاحب بحیثیت خاوند میری امی کا بہت خیال رکھنے والے اور بہت محبت سے پیش آنے والے تھے۔ ضروریاتِ زندگی کے علاوہ امی کے احساسات اور جذبات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ چھٹی والے دن گھر میں امی کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹا دیتے تھے اور اگر کبھی کسی دن کھانا بننے میں دیر ہو جاتی تو کبھی امی کو پریشان نہ کرتے اور تسلی دیتے کہ اگر پہلے کا سالن بچا ہے تو اُس سے کھانا کھا لیتا ہوں۔ میرے ابّو بھی میری امی کے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ محبت کا سلوک کرتے، میرے والد صاحب بھی بہت مہمان نواز تھے اور دونوں میاں بیوی ہمیشہ خوشی خوشی مہمانوں کو خوش آمدید کہتے اور مہمانوں کی ضرورت اور آرام کا بے حد خیال رکھتے۔ میرے والد صاحب ہمیشہ یہ کہتے کہ مہمانوں سے گھر میں بہت برکت ہوتی ہے۔ دونوں میاں بیوی سادہ طبیعت اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے تھے۔ میرے والد صاحب نے اپنے ماں باپ کی بے حد خدمت کی دادا جان کی وفات کے بعد دادی جان کا بہت خیال رکھا۔ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بھی ہمیشہ مل جُل کر رہنے والے تھے، ہم بہن بھائیوں کو بھی ہر رشتہ کا ادب احترام کرنا سکھایا۔

جب سے ہم بہن بھائیوں نے ہوش سنبھالا ہمیشہ اپنے والد صاحب کو نمازوں پر قائم، روزوں کی پابندی کرتے ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا۔ ابّو کی ایک نمایاں خوبی تھی کہ جب بھی وہ قرآن مجید کو پکڑتے تو پہلے اپنے ہاتھوں پر خوشبو لگاتے۔ جوانی سے ہی تہجد کی پابندی کرتے اور چاشت کی نماز کی بھی باقاعدہ ادائیگی کا خیال رکھتے۔ ہم نے ابّو کو جوانی میں ہی نمازوں کو بہت سنوار کر ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ساتھ باقاعدگی سے نوافل کی ادائیگی بھی کرتے تھے۔

ہم بہن بھائیوں کی دینی تربیت میں میرے والد صاحب کا بہت عمل دخل رہا۔ ہمیشہ گھر میں نماز باجماعت کی بروقت ادائیگی کا اہتمام کرتے اور پوری فیملی کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے۔ ہمیں ہر نصیحت قرآن اور حدیث کے حوالہ سے کرتے۔ ہمسائیوں کے حقوق کا بھی بہت خیال رکھتے اور ہر طرح سے ہمسائیوں کی مدد کے لئے ہمیشہ تیار رہتے۔ ہمسائیوں میں سے کسی کو بھی مدد کی ضرورت ہوتی تو خُوشی خُوشی مدد کرتے دوسروں کی مدد کرنے میں خُوشی محسوس کرتے تھے، ہمارے ہمسائے یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم احمدی ہیں والد صاحب اور والدہ صاحبہ کے اخلاق سے بے حد متاثر تھے۔

والد صاحب نہ صرف ہمیں دینی احکامات کی پابندی کرنے کی نصائح کرتے بلکہ ان کا اپنا عملی نمونہ بھی انہی نصائح پر مشتمل تھا۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے تھے، ان کا اللہ تعالیٰ پر بے حد توّکل تھا، ہر مشکل اور پریشانی میں صرف اللہ تعالیٰ کے آگے ہی جھکے اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگی، جس طرح وہ اللہ تعالیٰ پر توّکل کرتے پیارا خدا بھی ان سے ویسا ہی سلوک فرماتا۔ گھر میں جب کوئی نئی چیز آتی اور ہر خوشی کے موقع پر فوراً شکرانے کے نوافل ادا کرتے اور ہمیں بھی اسی بات کی نصیحت کرتے۔ کسی بھی مشکل اور پریشانی میں بلاوجہ گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار نہ کرتے بلکہ خاموشی سے دُعاؤں اور نوافل میں مشغول ہو جاتے۔

خلافت سے ہمیشہ گہرا تعلق رہا اور ہمیشہ اس بات کا اظہار کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ ہم احمدی ہیں۔ خلیفہ وقت کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی تو گھر والوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتے اور خود بھی خلیفہ وقت کی تحریک پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے اور گھر والوں کو بھی عمل کرنے کی تلقین کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے، اپنے چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتے، غریبوں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے اور اللہ کی راہ میں بھی دل کھول کر صدقات دیتے۔ گھر کے ملازمین سے بھی نرمی اور شفقت سے پیش آتے اور ان کی مالی مدد بھی کرتے تھے۔

والد صاحب نے اپنی جماعتی خدمات بہت احسن طریقے سے اور نہایت ذمہ داری سے نبھائیں، مرکز سے جو بھی ہدایات موصول ہوتیں ان کو فوراً پورا کرنے کی کوشش کرتے، شہادت کے وقت آپ صدر حلقہ جوہر ٹاؤن تھے اور عرصہ پانچ سال سے اس خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ اس سے پہلے بھی آپ بطور سیکرٹری مال اور نائب صدر کی خدمات بخوشی سرانجام دیتے رہے۔ ہم سب گھر والوں کو تاکید کر رکھی تھی کہ جب کوئی بھی جماعتی کام کے لئے گھر آئے تو مجھے فوراً بتلایا جائے اگر میں آرام بھی کر رہا ہوں تو فوراً جگایا جائے۔ آنے والے کو گھر کے اندر بٹھاتے اور چائے وغیرہ کا انتظام کرواتے اور کبھی کسی کو گیٹ سے فارغ نہیں کیا۔ گھر میں ڈش انٹینا کے ذریعہ ایم ٹی اے دیکھنے کا بھی انتظام تھا خود بھی شوق سے ایم ٹی اے دیکھتے اور فیملی کو

بھی باقاعدگی سے جماعتی پروگرام دیکھنے کی تلقین کرتے تھے۔ والد صاحب جمعہ پر جانے کی ہمیشہ پابندی کرتے۔ جمعہ پر جانے کا انتظام ہمیشہ ایک یا دو دن پہلے کرتے کپڑے دھلوانے اور استری کروانے کا انتظام کرواتے۔ والد صاحب ہمیشہ کوشش کرتے کہ جمعہ پر پہلے پہنچ کر پہلی صف میں بیٹھیں۔

اسی طرح 28 مئی 2010ء کو بھی صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر جمعہ پر جانے کی تیاری کرنے لگے اور اُس دن بھی مسجد کے پچھلے ہال کی پہلی صف میں بیٹھے تھے جب حملہ آوروں نے حملہ کیا تو دیگر دو ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس ہال کا دروازہ بند رکھنے کی بہادری سے کوشش میں لگے رہے اسی دوران ہال میں موجود تمام نمازی محفوظ جگہ پر چلے گئے۔ دروازہ بند رکھنے کی کوشش میں حملہ آوروں کی فائرنگ سے شدید زخمی ہوگئے اور زخمی حالت میں کئی گھنٹے پڑے رہے اور چار بجے کے قریب آپ کی شہادت ہوئی۔

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہداء احمدیت کا ذکر کرتے ہوئے جمعۃ المبارک مؤرخہ 18 جون بمقام بیت الفتوح لندن 2010ء کے خطبہ جمعہ پر میرے والد محترم الیاس احمد اسلم قریشی صاحب کا ذکر خیر فرمایا۔ حضورِ اقدس نے ہم پر نہایت شفقت فرماتے ہوئے میری والدہ محترمہ اور سب بہن بھائیوں کو فون کیا۔ حضورِ اقدس نے ہمیں دعاؤں سے نوازا اور حضورِ اقدس کی اس شفقت سے ہمیں بہت دلی سکون حاصل ہوا۔

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں والد صاحب کا ذکر خیر مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا اور نماز جنازہ پڑھائی۔

"الیاس احمد اسلم قریشی صاحب شہید ولد مکرم ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب۔ شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق قادیان سے تھا۔ پھر گوجرانوالہ شفٹ ہو گئے۔ آپ کے والد محترم مبلغ سلسلہ تھے۔ تحریکِ شدھی کے دوران انہوں نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ان کے بھائی یونس احمد اسلم صاحب 313 درویشانِ قادیان میں سے تھے۔ گریجوایشن کے بعد نیشنل بنک جوائن کیا اور اے وی پی (اسسٹنٹ وائس پریذیڈنٹ) کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 76 سال تھی۔ اللہ کے فضل سے وصیت کے نظام میں شامل تھے۔ اور بطور صدر جماعت جوہر ٹاؤن خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ بیت النور میں ان کی شہادت ہوئی پچھلے ہال میں پہلی صف میں بیٹھے تھے۔ دیگر دو ساتھیوں کے ساتھ ہال کا دروازہ بند رکھنے کی کوشش کے دوران حملہ آوروں کی فائرنگ سے شدید زخمی ہو گئے اور زخمی حالت میں کئی گھنٹے پڑے رہے۔ چار بجے کے قریب یہ شہید ہوئے ہیں۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ بہت سادہ دل، نیک اور ہر حال میں صبر وشکر کرنے والے اور متوکل انسان تھے۔ دعاؤں کی طرف خصوصی توجہ تھی۔ جماعتی کام خوشی سے سرانجام دیتے تھے۔ آپ کے بچے کہتے ہیں، آپ ایک نہایت شفیق باپ اور ایک ہمدرد انسان تھے۔ نمازوں اور تہجد کے پابند تھے۔ کبھی ہم نے انہیں نماز قضاء پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اپنی اولاد کو بھی نماز کی طرف توجہ دلاتے رہتے۔ بڑے ہنس مکھ، ملنسار انسان تھے۔ پانچ سال سے حلقہ جوہر ٹاؤن کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ کبھی بھی کوئی کارکن یا کوئی جماعتی کام کے لئے خادم یا انصار میں سے کسی بھی وقت آ جاتا، دوپہر کو یا رات کو تو کبھی برا نہیں مناتے تھے۔ اور اپنے بچوں سے بھی کہتے تھے کہ اگر کوئی جماعتی کام سے گھر آئے تو بیشک میں سو بھی رہا ہوں تو مجھے اٹھا دیا کرو۔ اور انہوں نے اسی پر ہمیشہ عمل کیا۔ اکثر نصیحت کرتے کہ جماعت اور خلافت سے وفا کرنا"۔

(خطبات مسرور صفحہ 301-300، خطبہ جمعہ فرمودہ 18 جون 2010ء)

ہمارے والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے بہت بڑے رُتبہ سے نوازا۔ تاریخ احمدیت میں ان شہداء کا ذکر سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ اور یہ شہداء ہمیشہ جگمگاتے ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان شہداء احمدیت کا خون کبھی بھی رائیگاں نہیں جانے دے گا، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

ماہ مئی میں ہونے والے

بعض الہاماتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

5 مئی 1902ء:

"رات کے تین بجے حضرت اقدس کو الہام ہوا:

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْ بِاسْتِکْبَارٍ

ترجمہ: یعنی میں دار کے اندر رہنے والوں کی حفاظت کروں گا سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے تکبّر کے ساتھ علو کیا۔

فرمایا: علو دو قسم کا ہوتا ہے ایک جائز ہوتا ہے اور دوسرا ناجائز۔ جائز کی مثال وہ علو ہے جو حضرت موسیٰؑ میں تھا اور ناجائز کی مثال وہ علو ہے جو فرعون میں تھا"۔

(تذکرہ صفحہ 349، الحکم جلد 6 نمبر 17، مؤرخہ 10 مئی 1902ء صفحہ 10)

مئی 1904ء:

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ

ترجمہ: خدا نے لکھ چھوڑا ہے کہ مَیں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔

(تذکرہ صفحہ 431، الحکم جلد 8 نمبر 17 مؤرخہ 24 مئی 1904ء صفحہ 2)

بقیہ: اعلانات وفات از صفحہ 48

سماجی مخالفت پر آبائی گاؤں کو چھوڑ کر دوسرے شہر منتقل ہوگئے۔ والدین کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کے والد صاحب نے احمدی نہ ہونے کے باجود کبھی مخالفت نہ کی بلکہ کہتے کہ وہ احمدی ہو کر اَور زیادہ نیک ہوگیا ہے۔ نماز اور تلاوت کے بغیر گھر سے نہیں نکلتا۔ اپنے آبائی علاقہ بھوڈی ملہیاں میں تین سال بطور قائد مجلس کی خدمت کرنے کی توفیق پائی۔ 2012ء میں جرمنی آ گئے۔ یہاں جماعتی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے، انصار اللہ میں بطور ممبر مجلس عاملہ انصار اللہ، زونل عاملہ میں 2018ء سے بطور ناظم تبلیغ، تجنید، اشاعت، ذہانت اور صحت جسمانی کے شعبہ جات میں خدمت بجا لاتے رہے۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ، دو بیٹے شیراز احمد، مبرور احمد بٹ اور ایک بیٹی فائزہ احمد صاحبہ چھوڑے ہیں۔

(رانا ظہیر احمد، صدر جماعت Aschaffenburg)

جو گذر گئی ہیں قیامتیں

سانحہ 28 مئی 2010ء کے دردناک لمحات

(مکرم ارسلان ارشد صاحب۔ حال کولون، جرمنی)

خاکسار کا خاندان لاہور کا پرانا رہائشی ہے اور خاکسار نے یہیں ہوش سنبھالا اور ابتداء سے ہی جماعتی تنظیموں کے پلیٹ فارم پر خدمتِ سلسلہ سے منسلک رہا ہے۔ 28 مئی 2010ء کے سانحہ لاہور کے وقت خاکسار بطور ناظم تجنید مجلس رحمٰن پورہ لاہور خدمت کی توفیق پا رہا تھا۔ اُس روز نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے تقریباً ایک بج کر بیس منٹ پر اپنے دفتر سے دارالذکر پہنچ گیا تھا جہاں حالات معمول کے مطابق پُرسکون تھے اور حفاظتی پہرہ کا بھی مناسب انتظام موجود تھا۔ پارکنگ میں موٹر سائیکل کھڑی کرنے کے بعد مسجد میں وضو کے لئے گیا اور اس کے بعد مین ہال میں چلا گیا جہاں پانچویں صف میں جگہ ملی، سُنّتیں ادا کیں۔ مربی سلسلہ محترم ناصر محمود صاحب نے خطبہ جمعہ کا آغاز کیا۔ ابھی پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ باہر سے شدید فائرنگ کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں جنہیں سُنتے ہی دوستوں میں ہلچل مچ گئی۔ اس دوران میں نے اپنے بھائی مکرم زبیر ارشد صاحب کو اطلاع دی کہ مسجد دارالذکر پر دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے اور ساتھ ہی پولیس کو بھی اطلاع کی لیکن پولیس کا رویّہ اچھا نہیں تھا۔ مربی صاحب نے تمام دوستوں کو ہدایت کی کہ دروازے بند کر دیں، لیٹ جائیں اور دُعائیں کریں۔ اس کے بعد فائرنگ کا سلسلہ مزید تیز ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی محراب کی جانب سے ایک دہشت گرد مرکزی ہال میں داخل ہوا اور اس نے محراب کے سامنے ہینڈ گرنیڈ پھینکا جس کی وجہ سے اگلی صف کے بہت سے دوستوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جن میں محترم شیخ منیر احمد صاحب امیر ضلع لاہور بھی شامل تھے۔ اس کے بعد دہشت گرد نے اندھادھند فائرنگ شروع کر دی جس کی وجہ سے مزید بہت سے دوستوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ محترم مربی صاحب کی ہدایت پر عمل کر کے میں ہال کے دائیں جانب آخر پر لیٹ گیا۔ جونہی صورتِ حال میں بہتری ہوئی تو محفوظ رہ جانے والے دوست ہال سے باہر نکل گئے جن میں خاکسار بھی شامل تھا۔ ہال سے باہر نکلتے ہی دوستوں کو جہاں کہیں جگہ ملی، اپنے آپ کو محفوظ کیا اور میں بھی سامنے لگی ڈش انٹینا کے قریب ایک میز کے نیچے آخر پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں میں اس میز کے نیچے تقریباً آٹھ سے دس دوست احباب جمع ہوگئے۔ لیکن اُس وقت بپھرے ہوئے وحشی دہشت گردوں سے کوئی بھی جگہ محفوظ نہ تھی۔ فائرنگ کا سلسلہ جاری تھا۔ مینار پر چڑھا ہوا دہشت گرد بہت شدید فائرنگ کر رہا تھا جس کی وجہ سے مسجد کے ہال سے باہر نکلنے والے بہت سے احباب نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اتنے میں ایک دہشت گرد ہمارے قریب بھی آیا اور ہم پر فائرنگ شروع کر دی۔ فائرنگ میں کچھ دوست موقع پر ہی شہید ہوگئے اور مجھے بھی بائیں ٹانگ پر گولی لگی۔ اسی دوران بہت سے دوستوں کو فون آنا شروع ہوگئے اور خاکسار کو بھی بہت زیادہ فون آئے اور سب محصور دوستوں نے فون پر یہی کہا کہ بہت دُعا کریں ہمارا بچنا بہت مشکل ہے کیونکہ دہشت گرد ہمارے بالکل قریب موجود تھا۔ گولی لگنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا کی کہ میں نے زخمی حالت میں ہی احباب کی ویڈیو اپنے موبائل فون سے ریکارڈ کی۔ جب مجھے گولی لگی تو سامنے والے دوست (مکرم سلطان صاحب) جو کہ مجھ سے بھی زیادہ زخمی تھے، نے مجھے جذبہ قربانی سے معمور ان الفاظ میں تسلّی دی ”ہمت اور حوصلہ رکھو، لوکاں نے بغیر کسی مقصد دے اپنی جاناں قربان کیتیاں نیں، تُسی تے فیر وی اک عظیم مقصد واسطے قربان ہون جارئے او“ چنانچہ مجھے خُدا تعالیٰ نے بہت زیادہ ہمت دی اور ہم نے دُعائیں اور درود شریف کا وِرد کرنا شروع کر دیا۔ چند منٹ بعد دہشت گرد نے ہمارے بالکل سامنے آکر اپنے آپ کو دھماکہ سے اُڑا دیا۔ جس سے اِسی میز کے نیچے بیٹھے سامنے والے بعض دوست شہید ہوگئے۔ اس دھماکہ کی شدّت اتنی زیادہ تھی کہ بیان کرنا مشکل ہے یہاں تک کہ اس بم کے پھٹنے سے میری دائیں ٹانگ جھلس گئی۔

اسی حالت میں مجھے دھماکے کے بعد کی ویڈیو بھی موبائل میں محفوظ کرنے کا موقع ملا۔ جس میں دہشت گرد کے جسم کا کچھ حصہ بھی موجود ہے۔ ابھی باہر فائرنگ کا سلسلہ جاری تھا، دہشت گرد نے جس کو بھی دیکھا اُس پر فائرنگ کی۔ اس سانحے میں ہر طرف زخمی اور شہید نظر آرہے تھے لیکن کوئی زخمی بھی چیخ وپکار نہیں کر رہا تھا بلکہ بڑے حوصلے کے ساتھ اپنی تکلیف کو بھول کر دوسرے کی مدد کرنا چاہ رہا تھا۔ اس دوران میرا بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا تو اچانک میں نے دیکھا کہ سامنے خدّام زخمی احباب کو باری باری تہ خانہ میں پہنچا رہے ہیں۔ میری نظر ایک خادم پر پڑی کہ مجھے بھی تہ خانہ میں لے جائے۔ حالات ایسے تھے کہ وہ میرے قریب نہ آسکا۔ شدید زخمی حالت میں مَیں خُود ہی تہ خانہ تک پہنچ گیا۔ تہ خانہ کے اندر جانے کے بعد دیکھا کہ بہت زیادہ زخمی دوست موجود تھے۔ مجھے بھی تہ خانہ کے آخر میں زخمیوں کے ساتھ بٹھا دیا گیا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً چالیس دوست موجود تھے۔ تہ خانہ کی تمام کھڑکیاں کھلی تھیں اور دہشت گرد آسانی سے ہینڈ گرنیڈ اندر پھینک سکتا تھا۔ بہرحال دوستوں نے بہت زیادہ دُعائیں کیں اور بہت صبر کا مظاہرہ کیا۔ اس دوران بھی بہت زیادہ فائرنگ کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ بہت دیر بعد فائرنگ ختم ہونے کے باوجود کسی کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ حملہ ختم ہوا

ہے کہ نہیں۔تقریباً چار بجے دہشت گردی کا یہ سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا اور سب سے پہلے زخمی احباب کو اوپر لایا گیا۔ خاکسار اپنی مدد آپ کے تحت مین گیٹ کے پاس پہنچا اور دیکھا کہ ذرائع ابلاغ کے نمائندگان اور عوام کا ہجوم موجود تھا۔ان میں خاکسار کے دو بھائی مکرم زبیر ارشد صاحب اور مکرم زوہیب ارشد صاحب بھی موجود تھے۔ اسی دوران مجھے ایمبولینس میں بٹھایا گیا اور فوری طور پر سروسز ہسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں بہت زیادہ زخمی احباب جماعت موجود تھے۔ اسی دوران جماعت کے اعلیٰ عہدیداران اور بہت سے رشتہ دار پہنچ گئے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے پھلوں کا بابرکت تحفہ بھی موصول ہوا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف صاحب بھی ہسپتال آئے اور اُنہوں نے اس سانحے کی شدید مذمت کی اور خاکسار کے پاس آ کر بھی عیادت کی۔ اگلے دنوں میں پاکستان بھر سے دوست احباب عیادت کے لئے آتے رہے۔سروسز ہسپتال میں ایک ہفتہ زیرِعلاج رہا لیکن رَش کی وجہ سے میرا آپریشن نہ ہوسکا اور بَروقت میری ٹانگ سے گولی نہ نکالی جاسکی۔ چنانچہ ایک ماہ تک گھر میں زیرِ علاج رہا۔ اسی دوران ایک جاننے والے آرتھوپیڈک ڈاکٹر نے مجھے مشورہ دیا کہ فوراً آپریشن کروالو ورنہ چلنے میں بہت دشواری ہوسکتی ہے۔ لہٰذا میو ہسپتال میں آپریشن کے لئے داخل ہوگیا اور خُدا کے فضل وکرم سے میرا آپریشن کامیاب رہا۔جس ڈاکٹر نے میرا آپریشن کیا اُس کی ایک دوسرے ڈاکٹر کے ساتھ تلخ کلامی ہوگئی کہ یہ تو پولیس کیس ہے۔ اس دوران وہاں پر محترم صدر صاحب (مکرم محمد افضل طاہر صاحب) اور قائد مجلس (مکرم محمد سلیم صاحب) بھی موجود تھے۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل تھا۔ مَیں نے جو ویڈیو اپنے موبائل سے ریکارڈ کی تھی۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھجوائی جس کا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں بھی ذکر فرمایا تھا۔

خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ تمام شہداء کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، تمام زخمیوں کو بھی اجرِعظیم بخشے اور جماعت احمدیہ کو ہر آن اپنی حفاظت میں رکھے اور دشمن کے ہر شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

شہرِ ستم میں گزری قیامت کا تذکرہ

آؤ کریں وفا کا محبت کا تذکرہ
عشّاق کے جنوں کا عقیدت کا تذکرہ
شہرِ ستم میں گزری قیامت کا تذکرہ
وہ میرے ساتھیوں کی شہادت کا تذکرہ
وہ جن پہ ظالموں نے ہیں توڑے ستم کئی
جو کر کے جا رہے ہیں فسانے رقم کئی

سفّاک قاتلوں نے بجھائے کئی دیئے
ناپاک فیصلوں نے مظالم بہت کیئے
جو سہہ رہے ہیں ظلم زبانوں کو ہم سیئے
اہلِ وطن ذرا سی توجہ تو کیجئے
بے فیض دشمنی نے اُجاڑے ہیں کتنے گھر
بے نُور وحشتوں نے اُتارے ہیں کتنے سر

سو ولولے لئے ہوئے آئے تھے تیرے گھر
جو تیرے بام و دَر پہ ہوئے خُوں میں تر بتر
اِک تیرے نام کے لئے کاٹے گئے ہیں سر
مولا مرے ، پناہ مری شاہِ بحر و بر
اب خود اُتر کے آ کہ اندھیروں کا زور ہے
آ دیکھ تیرے کُوچے میں یہ کیسا شور ہے

عشاق اپنے خُوں میں نہائے ہوئے چلے
سینوں میں اپنے زخم سجائے ہوئے چلے
دنیا کی چاہتوں کو بھلائے ہوئے چلے
نا حق کی دشمنی کے ستائے ہوئے چلے
خاموش راستے ہیں فضا سوگوار ہے
ہر آنکھ اُن کو یاد کئے اشک بار ہے

ماضی کی داستانوں کو دہرا رہے ہیں آج
جو رکھ رہے ہیں آج بھی اہلِ وفا کی لاج
وہ جن کے زیبِ سر ہوا مظلومیت کا تاج
وہ جن کو پیش کرتی ہے ہر چشمِ نَم خِراج
دنیا سے جا چکے ہیں مگر دل کے پاس ہیں
گو کہہ نہیں رہے ہیں مگر ہم اداس ہیں

(مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب۔ ہائیڈل برگ جرمنی)

دلچسپ سائنسی خبریں

(مرتّبہ: مکرم زاہد ندیم بھٹی صاحب)

صحرا میں بارشیں

متحدہ عرب امارات ایک صحرائی ملک ہے جہاں بارشیں کبھی کبھار ہی ہوتی ہیں لیکن اب شاید یہ صورتحال تبدیل ہونے والی ہے کیونکہ یہ ملک اب ایسے ڈرون آزمانے جا رہا ہے جو اڑتے ہوئے بادلوں تک پہنچیں گے اور انہیں بجلی کے جھٹکے دے کر بارش برسانے پر 'مجبور کریں گے'۔ امارات پہلے ہی بارش برسانے کے لیے کلاؤڈ سیڈنگ ٹیکنالوجی استعمال کر رہا ہے جس کے تحت بادلوں پر نمک گرایا جاتا ہے تاکہ وہ بارش برسائیں۔ مگر چونکہ امارات میں اب بھی سالانہ بارش صرف 100 ملی میٹر تک ہی ہوتی ہے، اس لیے یہاں مزید بارشوں کی ضرورت ہے۔ یونیورسٹی آف ریڈنگ میں اس پراجیکٹ پر کام کرنے والے پروفیسر Martin Embam کے مطابق اس پراجیکٹ کا مقصد بادلوں کے قطروں میں موجود برقی چارج کے توازن کو بدلنا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ امارات میں بادلوں کی کوئی کمی نہیں اس لیے مقصد یہ ہے کہ ان میں موجود قطرے آپس میں جڑیں جیسے کرنٹ کی وجہ سے 'خشک بال کنگھی سے چپک جاتے ہیں'۔ 'جب قطرے آپس میں ملیں گے اور کافی بڑے ہو جائیں گے تو یہ بارش کی طرح برسنے لگیں گے'۔ علیا المزروعی جو اس پروگرام کی ڈائریکٹر ہیں، نے عرب نیوز کو بتایا کہ ان ڈرونز پر برقی چارج والے آلات اور مخصوص سینسرز ہوں گے اور یہ ڈرونز کم اونچائی پر اڑتے ہوئے ہوا کے مالیکیولز کو برقی چارج فراہم کریں گے جس سے بارش ہونی چاہیے۔

https://www.bbc.com/urdu/science-56441086

کھانے میں نمک کی مناسب مقدار کے فوائد

سائنسی جریدے Proceedings of the National Academy of Sciences کے مارچ 2021ء کے شمارے کے مطابق کھانے میں نمک کی مناسب مقدار میں موجودگی ایک خطرناک بیماری (Multiple sclerosis) سے بچاؤ میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس بیماری میں انسان کا اپنا دفاعی نظام اپنے ہی خلاف ہو کر دفاعی خلیوں کو کھانے لگتا ہے۔ جرمنی کے Max Planck Institute of Biochemistry میں چوہوں پر کی جانے والی تحقیق سے ثابت ہوا کہ اگر کھانے میں کچھ نمک شامل ہو تو دماغ کو خون کی ترسیل میں اعتدال پیدا ہوتا ہے جس سے ملٹی پل سکیروسس نامی بیماری سے حفاظت میں خاطرخواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

PNAS March 23, 2021 118 (12) e2025944118

زمین سے مریخ پر مواصلاتی ذرائع سے پرواز

امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے ناسا کے مطابق مؤرخہ 18 فروری 2021ء کو مریخ کی سطح پر اتارے جانے والے rover نامی روبوٹ کے ساتھ جو ڈرون نما ہیلی کاپٹر بھجوایا گیا تھا اس نے 19 اپریل 2021ء کے تاریخ ساز دن پہلی مرتبہ مریخ کی سطح سے نہ صرف کامیابی سے اڑان بھری ہے بلکہ فضائی مناظر کی رنگین تصاویر بھی زمین پر بھجوائی ہیں۔ یہ مریخ کی سطح سے کامیاب اڑان کا پہلا واقعہ تھا۔ اس پہلی فلائٹ کے دوران Ingenuity نامی یہ ہیلی کاپٹر سطح مریخ سے تقریباً 3 میٹر بلند ہوا۔ مزید حیرت انگیز پیش رفت اس مشن میں یہ ہوئی ہے کہ مریخ پر اتاری جانے والی خلائی گاڑی پر ایک آلہ MOXIE نصب کیا گیا تھا جس کا کام مریخ پر موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس CO_2 کو آکسیجن گیس میں تبدیل کرنا ہے۔ خیال یہ تھا کہ اگر یہ آلہ آکسیجن گیس بنانے کا یہ عمل کامیابی سے سرانجام دے سکے تو خلانوردوں کے لئے مریخ پر قیام کرنا ممکن ہو سکے گا اور زندگی کی بقا کے لئے درکار آکسیجن مریخ پر میسر آسکے گی۔ ناسا کے مطابق اس آلے MOXIE نے اپنی پہلی کاوش میں تقریباً 5 گرام آکسیجن بنائی جس سے ایک خلانورد تخمیناً 10 منٹ تک سانس لے سکتا ہے۔ یاد رہے کہ مریخ پر بھجوائے جانے والی اس مشن Perseverance کا اصل مقصد اس سیارے پر زندگی کی تلاش اور انسان کے لئے اس سیارے پر قیام کے راستے ہموار کرنا ہے۔

Nasa.gov

(تصویر: بشکریہ ناسا)

مریخ کی سطح سے کامیاب اڑان کا منظر

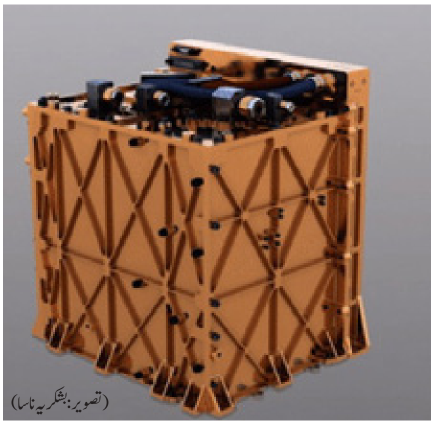

(تصویر: بشکریہ ناسا)

مریخ پر آکسیجن بنانے والا آلہ MOXIE

https://mars.nasa.gov/mars2020/

قسط پنجم

اپنی کہانی اپنی زبانی

ایک مخلص و باوفا مربی سلسلہ

مکرم محمد امداد الرحمٰن صدیقی صاحب کی ایمان افروز باتیں

کبھی کبھی کسی بزرگ شخصیت کو دعوت دی جاتی تھی کہ وہ جامعہ میں آ کر طلباء سے خطاب کریں۔ ایک بار حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اور عالمی عدالت انصاف کے صدر کو دعوت دی۔ محترم چودھری صاحب جامعہ تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا ہوا۔ محترم پرنسپل صاحب اور دیگر اساتذہ کرام بھی اس تقریب میں شامل تھے۔ حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحب کی اقوام متحدہ میں کی گئی تقاریر کا بہت شہرہ تھا لیکن اس دن ہمیں بھی حضرت چودھری صاحب کو دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔

محترم چودھری صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ مبلغ بن رہے ہیں، بہت پڑھائی کریں۔ لیکن یاد رکھیں کہ دلائل سے لوگ قائل تو ہوں گے مگر بیعت نہیں کریں گے۔ بیعت تب کریں گے جب آپ کہیں گے کہ ”آپ اگر بیعت کریں تو میری طرح بن سکتے ہیں“۔ وہ سوال کریں گے کہ آپ کے اندر کیا خاص بات ہے؟ تب آپ کا جواب یہ ہونا چاہیے کہ ’اللہ تعالیٰ میری دعا سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے‘۔ واقعی اللہ تعالیٰ مبلغین کی دعائیں سنتا ہے کیونکہ وہ خلیفۂ وقت کے نمائندہ ہوتے ہیں۔ محض للہ خدمتِ دین کرتے ہیں۔

حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحبؓ سے متعدد بار ملاقات کا موقع ملتا رہا۔ خاکسار نے ایک مرتبہ خاص طور پر وقت لے کر ملاقات کی۔ وہ مجھے پہچانتے تھے۔ ان کو خطوط بھی لکھتا رہا۔ آپ کے ہاتھ سے لکھا ہوا جواب بھی میرے پاس موجود ہے، جزاہ اللہ خیرا۔

جامعہ کے اساتذہ کرام

ہمارے اساتذہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت شفیق، بزرگ اور محبت کرنے والے وجود تھے۔ ہمارے لئے دعائیں بھی کرتے تھے۔ محترم میر داؤد احمد صاحب مرحوم پرنسپل تھے۔ ہر ایک طالب علم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ہر ایک کے حالات کے مطابق ان کی اصلاح تجویز کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم پرنسپل بنے۔ محترم ملک صاحب کس طرح ہماری تربیت کرتے تھے تفصیل میں جانا ممکن نہیں۔ ایک دو باتیں لکھتا ہوں۔

ایک دفعہ خاکسار خلافت لائبریری سے گولبازار میں سے گزر کر جامعہ کی طرف جا رہا تھا۔ محترم ملک صاحب سائیکل پر خلافت لائبریری کی طرف جا رہے تھے۔ آپ مجھے دیکھ کر آگے نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ملک صاحب سائیکل سے اُتر کر میری طرف آ رہے ہیں۔ میں نے مڑ کر آپ کی طرف رخ کیا۔ قریب آ کر آپ نے مجھے کہا کہ ”بہت ضروری معاملہ ہے۔ خاص توجہ سے میرے لئے دعا کریں“۔ پھر آپ سائیکل پر بیٹھ کر واپس چلے گئے۔ میں تو رو پڑا۔ کہ میں تو کچھ نہیں ہوں۔ معمولی سا طالب علم ہوں اور آپ اتنے بڑے بزرگ انسان ہیں۔ پھر بھی مجھے دعا کے لئے کہہ رہے ہیں۔

ہم درجہ ثالثہ میں تھے۔ آپ صَرف و نحو پڑھاتے تھے۔ اسی دوران مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب صَرف و نحو کے نئے استاد مقرر ہوئے۔ ملک صاحب کے ساتھ ٹریننگ کے لئے ناز صاحب بھی کلاس میں آتے تھے۔ بعد میں ناز صاحب نے پڑھانا شروع کیا تھا۔

ایک دفعہ لگاتار تین روز تک ملک صاحب اپنی زندگی کے واقعات ہمیں سناتے رہے۔ ایک دن اُنہوں نے کلاس میں لاہور اسٹیڈیم میں ہونے والے سالانہ Horse and Cattle Show کا ذکر کیا اَور فرمایا کہ اس سال اگر کوئی جانا چاہے تو میں اپنے خرچ پر اس کو بھیجوں گا۔ میں نے فوراً کہا کہ مَیں جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میرے لاہور جانے کا فیصلہ ہوگیا۔ اگلے روز میں نے کہا کہ اگر میں اکیلا جاؤں گا تو دل نہیں لگے گا، کوئی ساتھ ہونا چاہئے۔ ملک صاحب نے کہا ٹھیک ہے۔ آپ کس کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا مغفور احمد منیب صاحب کو۔ وہ میرے دوست ہیں مَیں ان کو ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ ملک صاحب نے منظوری دے دی۔ مغفور احمد منیب صاحب جاپان میں دس سال مبلغ انچارج رہے ہیں۔ اب ربوہ میں جاپانی ڈیسک کے انچارج ہیں۔

لاہور جانے سے قبل محترم ملک صاحب نے فرمایا کہ آپ میرے نمائندہ کے طور پر جا رہے ہیں آپ نے

تھرڈ کلاس میں سفرنہیں کرنا بلکہ فرسٹ کلاس میں سفر کرنا ہے۔ میلے میں بھی فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لینا ہے۔ ہم لاہور میں جماعت کے مرکز دارالذکر میں رہے اور میلہ دیکھ کر واپس آئے، الحمدللہ۔

جامعہ احمدیہ ربوہ نے مبلغین کو ایسا مضبوط دل، حوصلہ مند اور صبروتحمل والا بنایا ہے کہ جہاں بھی جائیں ہرحال میں اپنی ذمہ داری ادا کرسکیں۔ افریقہ کے جنگل میں ہوں یا کسی ملک کے صدر مملکت کے مہمان۔ ہر جگہ مثبت اور مناسب کردار ادا کرتے ہیں۔

محترم ملک مبارک احمد صاحب مرحوم ضلع جہلم کے مشہور گاؤں دوالمیال کے رہنے والے تھے۔ ہمیں انشاء پردازی پڑھاتے تھے جو سب سے مشکل مضمون ہے یعنی عربی عبارت پر اعراب (زیر زبر وغیرہ) لگانا۔ محترم ملک مبارک صاحب جامعہ الازہر مصر سے عربی کی تعلیم حاصل کر کے آئے تھے۔ بہت صاف، سیدھے، بے تکلف اور غریب مزاج بزرگ شخصیت کے مالک تھے۔ طلباء سے بہت شفقت و محبت کرتے تھے۔ کوئی لڑکا شرارت کرے تو بہت ناراض ہوتے تھے۔ ان کی ناراضگی کے خوف سے لڑکے شرارت سے باز رہتے تھے۔

خاکسار جب ربوہ گیا تو ملک صاحب ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ آپ کے ذمہ عربی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا ترجمہ کرنا ہوتا تھا۔ بعد میں تفسیر کبیر کا ترجمہ بھی شروع کیا۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ کی ذمہ داری ان سے لے کر محترم قریشی نورالحق تنویر صاحب کو دے دی گئی۔ محترم ملک مبارک صاحب بعد میں قائم مقام پرنسپل بھی رہے۔ عید کے روز ان کے گھر جاتا تو آپ سویّوں سے تواضع کرتے تھے۔ ان کے بیٹے منور احمد صاحب کچھ عرصہ قبل کسی کام سے ڈھاکہ آئے تھے۔ آپ بہت محبت سے ملے جس سے پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔

قریشی نورالحق تنویر صاحب بھی قاہرہ یونیورسٹی مصر سے عربی ادب میں ایم۔اے فرسٹ کلاس لے کر کامیاب ہوئے تھے۔ آپ ہمیں عربی ادب پڑھاتے تھے۔ عربی کے پیریڈ میں عربی بولنا ضروری ہوتا تھا۔

ہمارے تمام اساتذہ وقت کے پابند تھے۔ عین وقت پر کلاس میں آتے، بہت نرم زبان میں بات کرتے مگر کلاس میں سارا وقت پڑھائی میں گزرتا اور ماحول خوشگوار رہتا تھا۔

محترم نورالحق تنویر صاحب نے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بننے کے بعد ہوسٹل میں نقیب Prefects کا نظام جاری کیا تھا۔ اوپر کی پانچ کلاسز میں سے پانچ طلباء کو Prefect بنایا جاتا تھا۔ خاکسار کو 3 یا 4 سال Prefect کے طور پر محترم تنویر صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا جس سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ ہوسٹل میں طلباء کی نگرانی ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے ہمیں کرنی ہوتی تھی۔ تنویر صاحب مغرب عشاء کے بعد تک ہوسٹل میں رہتے۔ باقی وقت ہمیں نگرانی کرنی ہوتی تھی۔

ہمارے اساتذہ طلباء سے ''آپ'' کہہ کر مخاطب ہوتے تھے۔ کبھی کبھی کسی خاص موقع پر کسی کو بے تکلفی سے تم کہتے ورنہ ''آپ'' کہہ کر مخاطب ہوتے۔ کوئی لڑکا اگر ضابطہ کی خلاف ورزی کرتا تو اس کو سزا ہوتی مگر سزا سے قبل سمجھایا جاتا۔ اقرار کروایا جاتا کہ اس نے یہ خلاف ورزی کی ہے۔ شرارت کرنے والا عام طور پر مانتا نہیں تھا لیکن محترم تنویر صاحب نہایت صبر سے سمجھاتے تھے۔ آپ سمجھاتے وقت غصہ میں نہ آتے۔ میں ان کا حلم اور نرمی دیکھ کر بہت تعجب کرتا کہ اتنی دیر تک نرمی سے سمجھاتے رہنا، غصہ کا نہ آنا بڑی غیر معمولی بات تھی۔ خاکسار لمبا عرصہ آپ کے ساتھ کام کرتا رہا۔ اس سے خاکسار کو بہت فائدہ ہوا۔

اساتذہ کرام مجھ سے بہت زیادہ شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ میرے شاہی قلعہ لاہور کی اسیری کے زمانہ میں محترم تنویر صاحب اور امورِ عامہ کے چودھری رشید احمد صاحب میرے مقدمہ کے سلسلہ میں بہت بھاگ دوڑ کرتے رہے۔ میرے بارہ میں حضور انورؒ کی فکرمندی دیکھ کر سب ہی لوگ میرے ہمدرد اور دعاگو بن گئے تھے۔ چودھری ظہور احمد باجوہ صاحب ناظر امورِ عامہ تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اس زمانہ سے اب تک تمام احبابِ جماعت مجھ سے محبت کرتے چلے آرہے ہیں۔ اُس زمانہ کے تعلقات کبھی پرانے نہیں ہوں گے، ان شاءاللہ۔

محترم مولانا محمد احمد جلیل صاحب مرحوم ہمیں حدیث پڑھاتے تھے۔ رعب دار شخصیت کے مالک تھے لیکن ہنساتے بھی بہت تھے۔ جامعہ کے احاطہ میں ان کا رہائشی کوارٹر تھا۔ آندھی وغیرہ یا غیر معمولی حالات ہوں تو ہوسٹل میں آکر طلباء کا حال پوچھتے تھے۔ نماز باجماعت کے اس قدر پابند تھے کہ اگر کوئی نماز باجماعت نہ ملی ہوتی تو ہوسٹل آکر آوازیں دیتے کہ کوئی اَور ہے جس کی نماز رہ گئی ہو تو آجائے تاکہ ہم نماز باجماعت ادا کرلیں۔ تمام طلباء کو ہفتہ وار فارم بھرنا ہوتا تھا کہ کتنی نمازیں باجماعت پڑھیں اور کتنے گھنٹے پڑھائی کی۔

محترم مولانا محمد احمد ثاقب صاحب مرحوم بڑے مخلص اور بزرگ عالم تھے۔ ہمیں فقہ پڑھاتے تھے۔ آپ ساری باتوں کو کھول کر سمجھاتے تھے۔ نرم طبیعت کے مالک تھے۔

غرض سارے اساتذہ کرام میں نیکی اور تعلق باللہ کا عنصر نمایاں تھا۔ طلباء کے دلوں میں اساتذہ کرام کا بہت احترام تھا۔ اساتذہ کرام کی شخصیت اور اعلیٰ اخلاق ہماری تربیت پر بہت مفید اثر ڈالتے تھے۔

محترم مولانا غلام باری سیف صاحب مرحوم ہمیں کلام پڑھاتے تھے۔ لبنان سے حدیث پڑھ کر آئے تھے۔ بہت شاندار تقریر کرتے تھے۔ جلسہ سالانہ پر آپ کی تقریر ہوتی تھی۔ طلباء کو بہت امیدیں دلاتے تھے کہ تم بڑے ہوکر بڑے بڑے کام کرو گے۔ محترم سیف صاحب دیانت گروپ کے انچارج تھے۔ مکرم محمود احمد بنگالی صاحب اور مَیں دیانت گروپ کے ممبر تھے۔

محترم مولانا غلام باری سیف صاحب آخری کلاس کے طلباء کو تبلیغی سفر پر لے جاتے تھے۔ جن جماعتوں میں ہم نے جانا ہوتا ناظر صاحب اصلاح وارشاد کی طرف سے ان کو پہلے اطلاع دی جاتی تھی۔ ایک ہفتہ یا دس

دن کے سفر میں متعدد جماعتوں میں جاتے تھے۔ ہمارے تبلیغی سفر کے دوران ایک گاؤں میں بعد دوپہر تبلیغی جلسہ منعقد کر رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ کچھ شرپسندوں نے فساد کرنے کی غرض سے ہمارے جلسہ گاہ کا گھیراؤ کر لیا ہے۔طلباء کی تقاریر کے بعد آخر میں مولانا غلام باری سیف صاحب کی تقریر تھی۔مولانا صاحب تقریر کر رہے تھے اور ہم دعائیں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور مولانا صاحب موصوف نے سیرۃ النبیؐ پر ایسی پُراثر تقریر کی کہ ان کی تقریر ختم ہونے تک شرپسند عناصر آہستہ آہستہ جلسہ گاہ چھوڑ کر دور چلے گئے۔ جو غیر احمدی شرفاء جلسہ سن رہے تھے مولانا صاحب کی تقریر سے بہت متاثر ہو کر کہنے لگے ایسی شاندار تقریر ہم نے کبھی نہیں سنی۔ سبحان اللہ،الحمد للہ۔

بعض عالم اور بزرگ مبلغین بیرونی ممالک سے واپسی کے بعد جامعہ میں پڑھاتے تھے۔مولانا چودھری محمد شریف صاحب ہمیں کچھ عرصہ تفسیر پڑھاتے رہے۔ آپ فلسطین میں 19سال بطور مبلغ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ آپ کلاس میں داخل ہوتے ہی 'السلام علیکم' کہتے جیسا کہ باقی اساتذہ بھی کہتے تھے لیکن آپ کرسی پر بیٹھتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے۔ حاضری رجسٹر کھولتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے۔ جیب سے قلم نکالتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حاضری لینا شروع کرتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔گویا ہر حرکت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا وِرد کرتے تھے۔

اسی طرح بعض اور اساتذہ بھی کچھ عرصہ جامعہ میں پڑھاتے رہے جو باہر کے ملکوں میں بطور مبلغ خدمت کرتے رہے۔ کچھ عرصہ کے لئے ربوہ میں آئے تو جامعہ میں پڑھانے پر مقرر کئے گئے۔ جیسے مولانا نورالحق انور صاحب مبلغ امریکہ، مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب مبلغ ماریشس وفلسطین، مولانا شیخ نصیر الدین صاحب مبلغ انچارج نائجیریا مغربی افریقہ۔ شیخ صاحب بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے۔

آخر میں محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب جو محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم کے چھوٹے بھائی ہیں، کے بارہ میں چند باتیں لکھتا ہوں۔محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب کیسے جیّد عالم اور تقویٰ شعار بزرگ انسان ہیں یہ بیان سے باہر ہے۔ میری طبیعت پر میر صاحب کی تربیت کا بہت گہرا اثر ہے۔ بہت لمبے عرصہ سے ان سے تعلقات ہیں۔ ان سے مجھے بہت محبت ہے۔ میر صاحب ہر وقت پڑھتے رہتے ہیں۔ بہت تکلیف بھی ہو تب بھی کلاس میں پڑھانے آتے تھے۔ رخصت نہیں لیتے تھے۔ بہت سی باتیں ہیں سب باتیں بیان کرنا ممکن نہیں۔ چند باتوں کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔

ایک دفعہ میں جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی پر میر صاحب کی نگرانی میں کام کر رہا تھا۔ ایک دن دفتری ٹیبل پر سے Stapler لے کر لفافہ پر Staple کرنے لگا۔ میر صاحب نے پکڑ لیا، یہ لفافہ کیسا ہے۔ ذاتی چٹھی ہے یا جلسہ سالانہ کی ہے۔خوش قسمتی سے یہ چٹھی جلسہ سالانہ کے متعلق تھی۔ میر صاحب نے نصیحت کی کہ اگر ذاتی چٹھی ہو تو کاغذ، لفافہ اور Stapler دفتر کا استعمال نہیں کرنا۔

بیمار ہوتے تب بھی کلاس میں آ کر پڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ بہت زیادہ بیمار ہوئے۔ جامعہ میں نہیں آئے۔ میں موقع پا کر ان کی رہائش گاہ پر بعد عصر پہنچ گیا۔ ان دنوں ان کا اپنا مکان نہیں بنا تھا۔ آپ قصرِخلافت کے ایک حصہ میں رہتے تھے۔ دیکھا کہ میر صاحب پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں اور تفسیرِ کبیر پڑھ رہے ہیں۔ آنکھیں سرخ ہیں۔ ناک اور آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا۔ بات نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے پوچھا اتنی تکلیف میں آپ تفسیر کیسے پڑھ رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ تکلیف بہت زیادہ ہے۔ برداشت نہیں کر سکتا۔ تفسیر پڑھنے سے تکلیف کا احساس کم ہو جاتا ہے، سبحان اللہ!۔ ایک دفعہ بہشتی مقبرہ کسی بزرگ کی تدفین پر گئے۔ تدفین کی تیاری ہو رہی تھی۔ ہم باتیں کر رہے تھے جبکہ محترم میر محمود احمد ناصر صاحب تھوڑی دور جا کر کتاب پڑھنے میں مصروف تھے۔

عام طور پر تقریر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ رمضان میں مسجدِ مبارک میں روزانہ ایک پارہ کا درسِ قرآن ہوتا تھا۔ ایک بار محترم میر صاحب نے سورۃ الاحزاب کا درس دیا جس کا مضمون مجھے اب تک یاد ہے۔ میر صاحب بہت مختصر بات کرتے اور آیات کا صرف ترجمہ پڑھ دیتے۔ ایک موقع پر کہا کہ یہ آیت اس موقع پر کیوں آئی ہے مجھے سمجھ نہیں آئی۔ کتنے عالم ایسے ہیں جو ایسی بات کر سکتے ہیں۔ مَیں کئی سال تک مسجدِ مبارک میں رمضان المبارک میں درس سنتا رہا۔ بڑے بڑے علماء کرام درس دیتے رہے۔ مولانا قاضی محمد نذیر لائلپوری صاحب، مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب، مولانا عبدالمالک خان صاحب، مولانا ظہور حسین صاحب مبلغ بخارا و روس، حضرت مولانا غلام احمد صاحب بدوملہی، مولانا دوست محمد شاہد صاحب، مولانا غلام باری سیف صاحب، محترم ملک مبارک احمد صاحب، شیخ نور احمد منیر صاحب، چودھری محمد شریف صاحب وغیرھم۔ کاش ساری عمر ایسے ہی درس القرآن سننے کا موقع ملتا۔

محترم میر محمود احمد ناصر صاحب کے ساتھ بہت محبت کا تعلق ہے۔ میر صاحب بھی مجھ سے پیار اور شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ جامعہ ربوہ سے فارغ التحصیل دنیا میں پھیلے ہوئے اکثر مبلغین ان کے شاگرد ہیں، ماشاءاللہ۔

ربوہ کے زمانہ میں ایک دفعہ مَیں نے میر صاحب سے درخواست کی کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب 'کرامات الصادقین' پڑھائیں۔ انہوں نے کہا کہ بعد عصر مسجدِ مبارک میں روزانہ ایک صفحہ پڑھائیں گے۔ کچھ عرصہ تو پڑھتا رہا۔ پھر کوئی ایسی بات ہوئی کہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

دسمبر 2005ء میں جلسہ سالانہ پر خاکسار کو اپنی اہلیہ صاحبہ کے ساتھ قادیان جانے کا موقع ملا تھا۔ کئی برسوں بعد مسجد مبارک میں میر محمود احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے کو بلایا اور میری طرف اشارہ کرکے پوچھا کہ ان کو جانتے ہو یا نہیں؟ بیٹے نے نفی میں سر ہلایا۔ جب ہم ربوہ میں ہوتے تھے تو میر صاحب کے یہ بیٹے بہت چھوٹے تھے۔ اس لیے ان کو یاد نہیں رہا۔ ورنہ میر صاحب کے بڑے بیٹوں سے واقفیت ہے۔ میر صاحب نے اپنے بیٹے سے کہا کہ 'ان کو نہ جاننے سے تو گناہ ہوگا'۔

اللہ تعالیٰ رحم کرے ایسی بات نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔

2008ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ کا صدسالہ جوبلی کا یادگار مجلّہ شائع ہوا تو میر صاحب نے مجھ پر ایک خاص مہربانی کی کہ میرا فوٹو مجلّہ میں شائع کیا اور میرے نام کے نیچے پرنسپل جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش لکھا۔ میر صاحب سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ جب بھی وہ کہیں غلط بات دیکھتے تو رازداری سے میری اصلاح فرماتے۔

تمام دنیا کے مربیان ومبلغین کرام ان اساتذہ کرام کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اس زمانہ کی باتیں ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ربوہ کی عزت کو بلند کرتا رہے، آمین۔

ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعا گو
کعبہ کی پہنچتی رہیں ربوہ کو دعائیں

خاکسار اساتذہ کرام کے علاوہ جماعت کے بزرگان سے حسبِ موقع ملاقات کرکے دعا کی درخواست کرتا اور مختلف امور پر سوالات کرکے علم حاصل کرتا رہا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلافت سے قبل)، صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، محترم مرزا عبدالحق صاحب امیر ضلع سرگودھا اور امیر صوبہ پنجاب، مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری، مولانا قاضی محمد نذیر صاحب وغیرھم۔ ایک بار مولانا ابوالعطاء صاحب سے وقت لے کر ان کے گھر جاکر ملا اور بعض ضروری سوالات پوچھے۔ جامعہ ہوٹل میں بھی ایک مرتبہ انہیں بلایا تو مولانا صاحب نے پہلے نظامِ وصیت کی اہمیت اور اس کے قواعد بیان کئے اور سوالات کے جواب دیئے۔

جامعہ کی آخری کلاس کے طلباء کو بعض دفعہ ربوہ سے باہر کی جماعتوں میں تقاریر کے لئے بھجوایا جاتا تھا۔ ایک دفعہ یوم مصلح موعودؓ کے جلسہ پر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب لاہور گئے۔ ان کے ساتھ جامعہ کے طالب علم کے طور پر خاکسار کو جانے اور تقریر کرنے کا موقع ملا۔ ان کے ساتھ سفر کے دوران کئی باتوں کا علم ہوا، الحمدللہ۔

ایک دفعہ استاذی المکرم مولانا غلام باری سیف صاحب نے بتایا کہ ان کے پاس صاحبزادہ عبداللطیف شہید کابل کے بارہ میں ایک کتاب ہے۔ ایسی کتاب جو باہر کہیں نہیں ملتی تھی۔ خاکسار نے وہ کتاب پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ استاد محترم مولانا سیف صاحب موصوف نے کہا کہ اگر میری کتاب پڑھنی ہے تو میرے گھر آکر میری ذاتی لائبریری میں بیٹھ کر پڑھنی ہوگی۔ کتاب اس کمرہ سے باہر نہیں نکل سکتی۔ چنانچہ میں کئی دن تک ان کے گھر جا کر پڑھتا رہا۔ اس طرح بزرگان کے پاس جاجاکر علم اور تربیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے، الحمدللہ۔

محترم عبدالرحمٰن خان صاحب بنگالی مبلغ انچارج امریکہ بہت بزرگ انسان تھے۔ کلکتہ سے B.A.L.L.B فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا تھا۔ انہیں ڈپٹی کمشنر کی نوکری مل سکتی تھی۔ لیکن زندگی وقف کرکے قادیان آئے۔ پھر ربوہ میں سکول ٹیچر بن کر درویشانہ زندگی گزار رہے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو امیر ومبلغ انچارج بنا کر امریکہ بھیجا۔ جب خان صاحب چھٹیوں پر ربوہ آتے تو میں ملاقات کرتا رہا۔

چودھری مظفرالدین بنگالی صاحب بھی زندگی وقف کرکے ربوہ میں جماعتی خدمات پر مامور رہے۔ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ پھر اس کی اشاعت پر کام کرتے رہے۔ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر رہے۔ آپ حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے۔ کچھ عرصہ ڈھاکہ مشن ہاؤس میں امیر صاحب بنگال کے سیکرٹری رہے۔ ان کی کوشش سے ڈھاکہ میں مرکزی مشن ہاؤس کی موجودہ جگہ خریدی گئی تھی۔ بہت بزرگ اور دعاگو انسان تھے۔ خاکسار ان سے بار بار ملاقات کرتا رہا۔ وہ میرے لیے بہت دعا کرتے رہے۔

آپ ذاتی طور پر ہومیوپیتھی علاج کرتے تھے، کسی سے دوا کی قیمت نہیں لیتے تھے۔ بزرگان سے خاکسار نے جو تعلیم وتربیت پائی وہ تفصیل سے بیان کرنا ممکن نہیں۔ بزرگان کی صحبت سے مستفیض ہوئے بغیر انسان اپنی سیرت درست نہیں کرسکتا۔

محاذِ حرف پہ تھا ذوالفقار جس کا قلم

حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں
ایک سلام بصد ادب

جو بادشاہ کہیں تو بجا کہیں اس کو
مگر غلامِ شہِ دوسرا کہیں اس کو

وہ جس کو خود نبی اللہ کہیں رسولِ امینؐ
نبی اسے نہ کہیں ہم تو کیا کہیں اس کو

ہے یک نگاہِ کرم چارہ سازِ بے جاناں
مسیح اس کو کہیں یا دوا کہیں اس کو

محاذِ حرف پہ تھا ذوالفقار جس کا قلم
عجب نہیں جو علیؓ مرحبا کہیں اس کو

ہے ثبت محضر سیرت پہ مُہرِ ختمِ رسلؐ
دلیلِ روشنیٔ مصطفیٰؐ کہیں اس کو

اسی کی جان میں یکجاں تمام پیغمبر
جری یہ پیرہنِ انبیاء کہیں اس کو

ثنائے یارِ ازل میں ہو جب وہ نغمہ سرا
زبور والے معاً ہم نوا کہیں اس کو

فلک نشیں ہے جو ہے اس کی خاکِ پا قائلؔ
کہ اہلِ چشم ثریا رسا کہیں اس کو

(مدبر آسان قائلؔ)

جرمنی کے شب و روز

(مکرم ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ صاحب۔ جرمنی)

پس منظر

یہ سال جرمنی میں انتخابات کا سال ہے۔ ستمبر تک نو انتخابات ہونے ہیں۔ ان میں سے تین ہو چکے ہیں اور باقی چھ انتخابات آئندہ چھ ماہ میں ہوں گے۔ آخری انتخاب 26 ستمبر کو قومی اسمبلی کے ممبران کا ہوگا۔

چانسلر میرکل صاحبہ اپنی 2015ء کی امیگریشن پالیسی پر ہونے والی شدید تنقید کے باعث پارٹی کی صدارت چھوڑ کر آئندہ چانسلر نہ بننے کا اعلان کر چکی ہیں۔ ان کے بعد پارٹی کی صدر میرکل کی دوست کرمپ کارن باؤر بنیں لیکن ان کو بھی شدید تنقید کے بعد صدارت چھوڑنی پڑی۔ چنانچہ اب نئے صدر لاشٹ صاحب ہیں۔ ان کے متعلق گزشتہ شمارہ (نومبر 2020ء) میں عرض کیا تھا کہ ”ان کی اپنی پالیسی اور شخصیت مدھم پڑ چکی ہے چنانچہ پارٹی کو مطلوب انفرادیت اور دوسروں سے ممتاز کرنے والی خصوصیات میں کمی کا خطرہ ہے“۔ حالیہ انتخابات میں یہ بات درست ثابت ہوئی ہے اور پارٹی کو تاریخی شکست ہوئی ہے۔

اس شکست کی تین بڑی وجوہات ہیں۔ اوّل حسب توقع لاشٹ صاحب پارٹی کو کوئی نیا رخ دینے یا کوئی ممتاز پالیسی وضع کرنے میں ابھی تک ناکام ہیں۔ دوئم کورونا کے مسئلہ پر حکومت مشکلات کا شکار ہو چکی ہے۔ وہ کامیابی جو آغاز میں میرکل صاحبہ نے حاصل کی تھی، علماء کی بات نہ ماننے کی وجہ سے مکمل طور پر ضائع ہو چکی ہے۔ اس کی بڑی وجہ صوبائی وزراء اعلیٰ، بشمول لاشٹ صاحب، ہیں جنہوں نے سیاسی وجوہات کی بناء پر ایسے فیصلے کئے جن کی وجہ سے لاک ڈاؤن طویل ہوتا چلا جا رہا ہے اور لوگ اس سے تنگ آ چکے ہیں۔ رہی سہی کسر ویکسین کی تقسیم میں پے در پے غلطیوں نے نکال دی ہے۔ سوئم پارٹی کے متعدد ممبران پارلیمنٹ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ کورونا کے متعلق کاروبار میں ملوث تھے۔

آئندہ حکومت کون بنائے گا؟

چنانچہ اس وقت CDU مقبولیت میں تاریخی کم ترین سطح پر پہنچ چکی ہے۔ اس پارٹی کا روایتی نظریہ جرمن تہذیب اور مسیحیت پر زور، امن و امان کے معاملات میں سختی، غیر ملکیوں کے متعلق پالیسی میں قدامت پسندی، کاروبار اور امراء کی حمایت، انفرادیت پر زور ہے۔ اس تاریخی تشخص کے مقابل پر میرکل صاحبہ نے پارٹی کو کافی متوازن پالیسی دی تھی جس کے نتیجہ میں پارٹی مسلسل اکثریت حاصل کرنے میں تو کامیاب رہی لیکن اس کا روایتی تشخص ختم ہو گیا۔ یہاں تک کہ میرکل صاحبہ کو CDU میں SPD کی نمائندہ قرار دے دیا گیا۔ ہر عمل کا ایک ردّ عمل ہوتا ہے۔ پارٹی کے اندر سخت مزاج قدامت پسندوں کا اپنا کلب قائم کرنا اور میرکل صاحبہ کے دیرینہ مخالف میرس صاحب کی مقبولیت اسی ردّ عمل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اب جبکہ میرکل صاحبہ ریٹائر ہونے جا رہی ہیں تو پارٹی کو انتخابات جیتنے کے لئے یا تو کوئی مقبول عام شخصیت چاہئے یا پھر اپنی روایتی پالیسی۔ اور فی الحال دونوں ہی ندارد ہیں۔ میرکل صاحبہ کی قد آور شخصیت کی موجودگی میں لاشٹ صاحب کے لئے اپنے آپ کو اُجاگر کرنا ممکن ہی نہیں۔ جبکہ لاشٹ صاحب کی پالیسی آدھا تیتر آدھا بٹیر والی ہے۔

تاہم CDU نے سخت پالیسیوں کی جانب سفر شروع کر دیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں حسب توقع AfD سے لوگ واپس CDU کی طرف آنا اور اسے ووٹ دینا شروع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ قرین قیاس ہے کہ پارٹی اس بناء پر مزید سخت پالیسی بنائے گی۔ دوسری طرف پالیسی میں سختی کی وجہ سے متوازن مزاج لوگ پارٹی کو ووٹ نہیں دے رہے۔ چنانچہ مجموعی طور پر CDU کو نقصان ہو رہا ہے۔ اس صورتِ حال کا سب سے زیادہ فائدہ گرین پارٹی کو ہوا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ستمبر میں انتخابات کیا نتیجہ لائیں گے اور اگلی حکومت کون بنائے گا؟ گزشتہ شمارہ (نومبر 2020ء) میں عرض کیا تھا کہ ”عالمی سطح پر دائیں جانب جھکاؤ کی جو رَو چل رہی ہے، جرمنی بھی آئندہ سال اس میں بہہ کر مزید دائیں جانب جھکنے جا رہا ہے۔ اس میں رکاوٹ پیدا ہونے کا امکان یہ ہے کہ CDU اکثریت کھو دے، جو کہ اس وقت بظاہر ناممکن نظر آتا ہے، یا پھر اکثریت حاصل کرنے کے باوجود دیگر پارٹیوں کو ساتھ ملا کر حکومت تشکیل دینے میں ناکام ہو جائے“۔

گو CDU اس وقت تک سب سے بڑی پارٹی ہے لیکن اوّل تو اب مبصرین کے مطابق بھی اس امکان کو ردّ نہیں کیا جا سکتا کہ گرین پارٹی اوّل نمبر پر آ جائے۔ دوسرے اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اگر گرین پارٹی نے کوئی بڑی حماقت نہ کی تو ان کے بغیر آئندہ کوئی حکومت نہ بن سکے گی۔ خواہ CDU اور گرین پارٹی کی حکومت بنے یا SPD، لیفٹ یا کسی اور پارٹی کے ساتھ۔ یوں گرین پارٹی ”بادشاہ گر“ پارٹی بن جائے گی۔

گرین پارٹی کے حکومت میں آنے کے دُوررَس نتائج ظاہر ہوں گے۔ ماحولیات پر زور اس کا صرف ایک پہلو ہے۔ خارجہ پالیسی میں تبدیلیاں، شخصی آزادی پر زور بھی اس کا حصہ ہیں۔ تاریخ کا تلخ سبق یہ بھی ہے کہ گرین پارٹی اقتدار میں آ کر بعض معاملات میں CDU سے بھی زیادہ سخت اور قدامت پسندانہ پالیسیاں بناتی ہے۔ گرین پارٹی، اگر اس کی مقبولیت برقرار رہی، یہ فیصلہ کرنے میں آزاد ہو گی کہ کس کے ساتھ مل کر حکومت بنائے۔

جرمنی کی تقدیر کا گرین پارٹی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس وقت اس بات کی تفصیل میں جانا ممکن نہیں تاہم وقت ظاہر کرے گا کہ ایسا ہی ہے اور گرین پارٹی کے دور میں جرمنی میں بعض اہم انقلابات آنے والے ہیں۔

نوٹ: یہ مضمون خاکسار کے ذاتی خیالات پر مشتمل ہیں۔ قارئین اپنی قیمتی آراء مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر بھیج سکتے ہیں۔ شکریہ۔

dawoodmajoka@googlemail.com

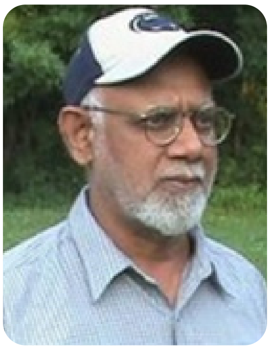

میرے اباجان کی سائنسی تحقیق اور جانو جرمن

(مکرم ڈاکٹر محمد ظفر اللہ خان صاحب، ورجینیا، امریکہ)

ربوہ میں جس کرائے کے گھر (محلہ دارالصدر غربی) میں ہم ستر کی دھائی میں مقیم تھے وہ دو کمروں پر مشتمل ایک چڑیا گھر تھا۔ ہم چار بہن بھائیوں کی موجودگی میں وہاں شیر، ہاتھی چیتے وغیرہ کی گنجائش تو نہیں نکلتی تھی مگر امی، جو جامعہ نصرت گرلز کالج میں فارسی پڑھاتی تھیں، اپنے تمام تر قلبی تعلق اور محبت کے باوجود شاید ہم بچوں کو یکے از نوعِ حیوانات ہی سمجھتی تھیں۔ ایک واقعہ جو امی خود سنا کر بہت لطف اُٹھاتی تھیں، کچھ یوں ہے کہ ایک بار وہ شاید مجھے یا میرے چھوٹے بھائی کو اسکول چھوڑ کر آئیں اور جونہی گھر کے صحن میں قدم رکھا، کیا دیکھتی ہیں کہ ایک کتابوں بھرا بستہ اُڑتا ہوا آیا ہے اور ان کے سامنے زمین بوس ہوگیا ہے۔ وہ غصے میں گھر سے باہر نکلیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ سامنے وہی صاحبزادہ کھڑا ہنس رہا ہے جس کو وہ اپنی دانست میں اسکول چھوڑ کر آئی تھیں۔ یہ دیکھ کر وہ فوراً برقع سنبھالے اس کے پیچھے لپکیں تا کہ جی بھر کے اس کی تادیب کرسکیں، اور وہ بچہ جان بچانے کی غرض سے سبزی منڈی کی جانب ایک سڑک پر بھاگنے لگا۔ کچھ ہی دور پہنچے تو دیکھا کہ ایک جگہ بقول امی جان کچھ آوارہ لڑکے کھڑے تھے جن میں سے ایک نے موقع غنیمت جان کر اس میاں صاحبزادے کے ایک دو تھپڑ جڑ دیئے۔ امی اپنا غصہ بھول بھال، اس روتے ہوئے لال کی دل جوئی کرنے لگیں۔ امی جان کی پھٹکار پر وہ مارنے والا لڑکا جب بھاگا تو فی الفور اس کے گھر مار کا حساب لینے چلی گئیں۔

خیر ہمارے اسی چھوٹے سے گھر میں ہمارے علاوہ اباجان (ڈاکٹر محمد شریف خان) کے سانپ، چھپکلیاں اور مینڈک بھی مقیم تھے، خواہ زندہ ہوں یا مردہ۔ اباجان کے گورنمنٹ کالج لاہور کے استاد ڈاکٹر احسن الاسلام نے ایم ایس سی کی تعلیم کے دوران ان کو تحقیق و تدقیق کی جس راہ پر ڈال دیا تھا اس میں وہ دو کمروں کی تنگی کو ہرگز حارج نہیں سمجھتے تھے۔ ایک روز امی جب کالج سے گھر واپس آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ گھر کے اس کمرے میں، جو بیک وقت بیڈ روم اور ڈائننگ روم تھا، چند بے کواڑ الماریوں میں اباجان کے یہ سانپوں، چھپکلیوں اور مینڈکوں بھرے مرتبان جو پہلے کہیں چارپائیوں تلے چھپے رہتے تھے، اپنے اپنے لیبل سمیت بہارِ جان فزاد کھلا رہے ہیں۔ اس دن ابا کی آمد پر کچھ دیر تو گھر میں قیامت کا سماں رہا، جس دوران امی نے اباجان پر یہ بات واضح کر دی کہ ہمارا معاشرتی ارتقا ابھی اس مقام تک نہیں پہنچا جہاں ان الماریوں میں تام چینی کے برتنوں کی بجائے یہ سانپ اور مینڈک بھرے مرتبان سجائے جا سکیں۔ اس مناقشے کے بعد اباجان نے یہی مناسب سمجھا کہ یہ متاعِ تحقیق واپس کالج کی تجربہ گاہ میں پہنچا دی جائے۔ اب دِقت یہ آن پڑی کہ تعلیم الاسلام کالج (جو اس وقت تک nationalize ہو چکا تھا) کے بعض غیراز جماعت، جونیر اساتذہ ابا پر یہ الزام لگانے لگے کہ وہ اس تجربہ گاہ کا استعمال اپنی ذاتی تحقیق کے لئے کرتے ہیں اور وہاں کی الماریاں اپنے مرتبانوں سے بھرتے ہیں۔ اس لئے اباجان کے پاس یہ سب مال گھر لانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ خیر۔۔۔

اس دوران ہم محلہ دارالصدر شمالی ربوہ میں نسبتاً وسیع مکان میں شفٹ ہو گئے، وہاں امی نے ایک کمرہ جو بقیہ گھر سے الگ تھلگ تھا ابا کو سونپ دیا جو ابا کی تجربہ گاہ ٹھہرا۔ اس میں مرتبانوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ آخر اسی گھر کے ایک کونے میں بنا ہوا ایک کچا کوٹھا بھی اباجان کو تفویض ہوگیا، جو جانوروں کے سٹور کے طور پر استعمال ہونے لگا، اس سے جگہ کا مسئلہ حل ہوگیا۔

اباجان کی سانپوں میں دلچسپی جلد ہی ربوہ اور اردگرد کے دیہات میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، اور لوگ اکثر زندہ یا مردہ سانپ گھر میں دے جاتے۔ اس کے علاوہ اباجان نے اپنے فرماں بردار شاگردوں کو جو پاکستان کے مختلف حصوں میں مقیم تھے کہلوا بھیجا کہ مجھے اپنے اپنے علاقوں کے سانپ اور مینڈک بھجوایا کرو۔ کچھ صاحبانِ ذوق تو اباجان سے وہ محلول (جس کی بدبو میری بچپن کی یادوں میں رچ بس گئی ہے اور) جس میں مردہ جانوروں کو preserve کیا جاتا تھا، ہمراہ لے جاتے اور سال میں ایک آدھ بار اپنی اپنی توفیق کے مطابق سانپ یا مینڈک بطور ہدیہ اپنے استاد کی نذر کرتے۔

ہمارے گھر میں پہلا ٹیپ ریکارڈر اس لئے خریدا گیا تا کہ اباجان برسات کی راتوں میں اردگرد کے نشیبی علاقوں میں گھوم پھر کر مینڈکوں کے ٹرّانے کی آوازیں ریکارڈ کرسکیں۔ ان آوازوں کا ایک وسیع خزانہ ٹیپس کی شکل میں کئی سال ہمارے گھر میں رہا۔ بعد ازاں جب ہم بڑے ہوئے تو انہیں کیسٹوں پر ہم اپنے پسند کے فلمی گانے ریکارڈ کرتے تو دو گانوں کے درمیان وقفے میں وہ مانوس ٹرٹر عجیب سماں باندھ دیتی۔۔!

اباجان نے ہی بتایا کہ صرف نر مینڈک ٹراتے ہیں تا کہ مادہ مینڈک انہیں ڈھونڈ سکے اور عملِ تولید کا آغاز ہو۔ اور ہر نوع کا مینڈک اپنے سُر میں ٹراتا ہے۔ اگر آپ غور فرمائیں تو فلمی گانوں کا بھی بظاہر یہی مقصد ہوتا ہے۔ اس پر ہمیں ایک بار یہ خیال آیا کہ کیا خبر انسانوں میں نطق کے ارتقا کی اصل وجہ یہی ہو۔ اور انسان تک آتے آتے صفتِ تکلم کی کلید مرد سے لے کر عورت کے حوالے کر دی گئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

برساتی موسم میں دیہات سے لوگ بڑے بڑے سانپ (جن میں سے بعض 10 فٹ لمبے ہوتے) ہمارے گھر لاتے۔ اباجان ان سانپوں کے بارے میں کہتے کہ چوہے کھانے والے ہیں اور ہرگز زہریلے نہیں۔ ایک بار ہم سب نے ضدّ کی کہ ایک زندہ سانپ جو اباجان کے پاس تھا رسی سے باندھ کر دکھائیں۔ ابا نے ہماری خواہش پوری کر دی۔ مگر سانپ ایک آدھ بار بل کھا کر اس رسی سے نکل گیا اور اس نے اباجان کے بازو پر کاٹ لیا، اباجان نے مسکراتے ہوئے اُسے پکڑ کر الگ کیا۔ ہم تماش بین پریشان تھے کہ اب کیا کریں۔۔۔! اباجان نے مجھے برنال لانے کا کہا اور زخم پر لگا لی اور ہمیں تسلی دی۔۔۔۔ یہ سانپ زہریلا نہیں تھا۔ مگر اس کے بعد یہ ہوا کہ ہمارے گھر میں ان تمام موذی جانوروں کا زندہ داخلہ بحکمِ امی جان بند ہوگیا۔ اگرچہ اس حکم کی خلاف ورزی بھی ہوتی رہتی۔

ایک بار ہمیں بھنک پڑی کہ ابا کے پاس ایک بڑا زہریلا سانپ آیا ہے۔ ہم نے اصرار کیا کہ ہمیں اس کا زہر نکال کر دکھائیں۔ پہلے ابا نے اس سانپ کی کُچلیاں ہمیں دکھائیں جو اصل میں تھوک پیدا کرنے والے غدود ہوتے ہیں۔ آخر لوہے کا ایک گلاس منگوایا گیا اور اباجان نے اس سانپ کی گردن دبا کر اس کا منہ کھولا اور اس کے اوپر کے جبڑے کو گلاس کے کنارے کے ساتھ لگا کر جب دبایا تو ایک دو قطرے اس گلاس میں آ گرے۔ اس کے بعد وہ گلاس مٹی میں گہرا دبا دیا گیا۔ اباجان سے ہی پہلی بار معلوم ہوا کہ اکثر سانپوں کا زہر براہِ راست اعصاب کو شل کر دیتا ہے، اور موت واقع ہوجاتی ہے!

یہ میرے سامنے کی بات ہے کہ ایک دفعہ دو بچے ایک مومی لفافے میں ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا سانپ لائے۔ اباجان نے بعد میں بتایا کہ وہ سنگچور سانپ تھا، جو بے حد زہریلا ہوتا ہے اور مردہ نہیں تھا مگر hibernate کر رہا تھا، اس لئے ان بچوں نے مردہ سمجھ کر اُٹھا لیا۔

ایک دفعہ جب میں اباجان کے کمرے میں گیا تو دیکھا ایک چوکور شیشے کے ڈبے پر کالا کپڑا پڑا ہوا ہے۔ جب تجسس کے مارے میں نے کپڑا اُٹھایا تو حیران رہ گیا۔ اس ڈبے میں ایک تہائی ریت بھری ہوئی تھی، جس پر آٹھ دس بڑے بڑے بچھو اپنی اولاد سمیت چھل قدمی کر رہے تھے۔ ہم سمجھے کہ آخر اباجان موضوع کی یکسانیت سے تنگ آ کر شاید اب بچھوؤں پر کام شروع کر رہے ہیں۔ پوچھا تو پتا چلا کہ ان کا ایک محقق دوست جو سوئٹزرلینڈ کا باشندہ ہے اور اس کو اپنی تحقیق کے لئے پاکستان کے بچھو درکار ہیں۔ یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ بچھو اباجان نے کیسے اکٹھے کیے تھے۔ پھر ان موذی جانوروں کا بین الاقوامی تبادلہ شروع ہوگیا۔ اباجان کے پاس ایسی ڈاک آنے لگی جس میں محفوظ کیے ہوئے مردہ مینڈک یا سانپ نیویارک، ٹورانٹو یا جرمنی کی تجربہ گاہوں سے آتے اور اباجان ان کا مطالعہ کرکے بحفاظت واپس بھجوا دیتے۔

اباجان سال میں ایک بار collection کے لئے پاکستان کے کسی مخصوص علاقے کا چکر لگاتے۔ اکثر ان کے بی ایس سی کے شاگرد ان کے ہمراہ ہوتے۔ ایک بار وہ چکوال گئے تو ایک پولیس افسر نے ایک لڑکے کے ہاتھ میں ائیر گن دیکھ کر اس سے اس کا لائسنس مانگ لیا۔ اس نے بہتیرا کہا کہ یہ ائیر گن ہے اس کا لائسنس کہاں ہوتا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا شکار کرنے آئے ہو، جواب ملا، چھپکلیاں۔ پولیس کو یقین نہ آیا کہ اس علاقے میں کوئی اس مقصد کے لئے بھی آ سکتا ہے آخر بات تلخ کلامی تک جا پہنچی اور اس کو مع دوسرے طلبا کے پولیس نے حوالات میں بند کر دیا۔ یہ سارا معاملہ اباجان کی غیر حاضری میں ہوا جو کہیں بازار وغیرہ گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو دیکھا کہ سب شاگرد غائب ہیں۔ آخر پتہ چلا کہ وہ تو سب حوالات میں ہیں تب پولیس سٹیشن پہنچے اور تھانیدار کی منت سماجت کی پھر اس لڑکے سے معافی منگوائی تو معاملہ رفع دفع ہوا۔

بہت سال بعد کی بات ہے میں بغرضِ تعلیم جرمنی جانے کے لئے اسلام آباد سے گھر واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کھانے کی میز پر مذکورہ بالا مرتبان پڑے ہیں جن میں چھپکلیاں، مینڈک اور سانپ درجہ بدرجہ بند ہیں بلکہ اپنے اپنے محلول میں بے حس و حرکت تیر رہے ہیں۔ امی ان دنوں میری بہن کے پاس جرمنی گئی ہوئی تھیں۔ امی سے فون پر بات ہوئی اور اباجان کی خیریت کا پوچھا تو میں نے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا۔

جب میکدہ چھُٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو، مے کدہ ہو، کوئی خانقاہ ہو
(غالب)

امی سمجھ گئیں اباجان نہ صرف خیریت سے ہیں بلکہ ان کا تحقیقی مواد اب کھانے کی میز کی زینت بن چُکا ہے۔

ایک بار امی نے پرنسپل صاحبہ جامعہ نصرت، ربوہ کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اس سال تقسیمِ اسناد کی تقریب کی مہمانِ خصوصی بانو قدسیہ ہوں گی۔ ان سے درخواست کی گئی جو انہوں نے کمال مہربانی سے منظور فرما لی۔ خیر امی ایک کرائے کی کار پر محترمہ بانو قدسیہ کے گھر ان کو لینے پہنچیں۔ ربوہ لاہور سے کم و بیش سو میل کے فاصلے پر ہے۔ دورانِ گفتگو بانو قدسیہ نے امی سے اباجان کے متعلق استفسار کیا تو امی نے بتا دیا کہ وہ سانپوں وغیرہ کے محقق ہیں۔ بانو نے یہ بات گھر جا کر اپنے شوہر، معروف ادیب، اشفاق احمد کو، جو اس وقت پاکستان سائنس بورڈ کے صدر تھے، بتا دی۔ کچھ دن گزرے تو اشفاق احمد کا خط ابا کو آیا کہ آپ پاکستان کے سانپوں پر ایک کتاب لکھیں جسے بورڈ شائع کرے گا۔ ایک خط میں انہوں نے خاص طور پر لکھا کہ اس کتاب کا سائز وہی ہو گا جو آپ کے اخبار الفضل کا ہوتا ہے۔ سو وہ کتاب بڑی تقطیع پر چھپی۔ عنوان تھا، سرزمین پاکستان کے سانپ۔ اور کتاب چھپ کر آئی تو ڈاکٹر ناصر احمد خان پرویز پروازی صاحب نے اپنے تبصرے میں لکھا کہ میں عنوان دیکھ کر سمجھا یہ کتاب پاکستان کے مولویوں کے بارے میں ہوگی اور بڑے اشتیاق سے پڑھنے لگا مگر یہ دیکھ کر قدرے مایوسی ہوئی کہ یہ تو بے ضرر سانپوں کے بارے میں ہے۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے بائیالوجی ڈپارٹمنٹ کے بعض اساتذہ اپنے لیکچرز میں استعمال کرتے ہیں۔

اباجان نے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا اور تمام تر ضروری کارروائی کے بعد پنجاب یونیورسٹی کو بھجوا دیا۔ کئی سال گزر گئے مگر اس مقالے پر کسی کارروائی کی کوئی خبر نہ آئی۔ کچھ سال بعد پتہ چلا کہ وہ مقالہ ابھی بیرونِ پاکستان ممتحن حضرات (ریفریز) کو بھیجا ہی نہیں گیا۔ آخر جب

بھیجا گیا تو ایک ممتحن نے لکھا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ ان کا اس میدان تحقیق میں اتنا کام ہے کہ یہ کم از کم پی ایچ ڈی تو ضرور ہوں گے۔

اباجان کی کتاب Amphibians and Reptiles of Pakistan کے چھپنے کا واقعہ عجیب ہے۔جس امریکی پبلشر نے یہ کتاب کہہ کر لکھوائی کتاب کے مکمل ہونے پر اس کا قضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا اور پھر کم وبیش ایک دہائی گزرنے پر بھی کتاب کی کوئی اطلاع نہ آئی۔آخر کار اس کمپنی کو ایک اور پبلشر نے خرید لیا اور بہت سی اہم تبدیلیوں کے ساتھ پاکستان کے ان جانوروں پر لکھی گئی یہ کتاب 2006ء میں چھپی۔

جب 1999ء میں اباجان اور امی جان نے بادلِ ناخواستہ امریکہ ہجرت کا فیصلہ کیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ ابّا کے ان سینکڑوں مردہ سانپوں، چھپکلیوں اور مینڈکوں کا کیا ہوگا؟ اور ہمارے زندہ بلوچستانی کچھوے (جانو جرمن) کی دیکھ بھال کس کے ذمہ ہوگی، جو ایک انتہائی گوشہ نشین اور لُدھڑ صفت جانور تھا، مگر اپنے آباواجداد ڈائنوساروں کی عظمت کا امین۔ہمیں اپنے نیم پالتو گرگٹ کی فکر نہ تھی کیوں کہ وہ سیلانی طبع تھا۔کبھی اس درخت کبھی اس درخت۔جانو جرمن تو ایک کالج کے پروفیسر کو تحفے میں دے دیا گیا۔اور بقیہ متاع کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور والے دو ویگنیں لے کر آگئے۔

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

اور یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اس سے Herpetology museum کی نیو رکھیں گے۔ اباجان کی وہ ساری collection اب گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے میوزیم کا حصہ بن چکی ہے۔

(ابا کی سائنسی خدمات جاننے کے لئے ذیل کے لنک سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں)

http://muhammadskhan.wildlifeofpakistan.com/profile.htm

ان کی تصنیف شدہ کتب اور تحقیقی مضامین کی فہرست مندرجہ ذیل لنک پر موجود ہے۔

http://muhammadskhan.wildlifeofpakistan.com/publications.htm

آن لائن تبلیغی پروگرام

الحمدللہ ثم الحمدللہ جرمنی کی متعدد جماعتوں کو گذشتہ تین ماہ یعنی جنوری، فروری اور مارچ میں سیرت النبی ﷺ، یوم پیشوایانِ مذاہب اور نسل پرستی کے متعلق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں 184 آن لائن پروگرام منعقد کرنے کی توفیق ملی ہر پروگرام کا اوسطاً دورانیہ ایک گھنٹہ رہا۔ ان پروگراموں میں مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے مہمانوں کے علاوہ لارڈ میئر، میئرز، ممبران صوبائی و قومی اسمبلی، شہری انتظامیہ کے سربراہان، پروفیسرز اور مختلف سیاسی، سماجی اور مذہبی شخصیات نے شرکت کی۔ مجموعی طور پر 1230 مہمانوں نے شرکت کی۔

جنوری 2021ء میں پروگرام کرنے والی جماعتیں

Gießen, Aschaffenburg, Lampertheim, Mörfelden-Walldorf, Langen, Kassel, Augsburg, Bad Kreuznach, Karben, Bruchsal, Weiterstadt, Oldenburg, Ellwangen, Zwickau, Aalen, Bad Homburg, Hofheim, Kiel, Limburg, Mannheim, Neuss, Neuwied, Ulm Donau, Langenselbold, Hamburg, Radevormwald, Babenhausen

فروری 2021ء میں پروگرام کرنے والی جماعتیں

Esslingen, Mahdiabad, Flörsheim, Vechta, Wabern, Immenhausen, Ahaus, Fulda Mainz, Donaueschingen, Marburg, Bocholt, Lübeck, Griesheim, Herborn, Leverkusen Waldshut, Lüdenscheid, Weiterstadt, Eppelheim, Heidelberg, Langen, Lörrach Frontenhausen, Oldenburg, Rödermark, Usingen, Bietigheim, Calw, Kitzingen Recklinghausen, Steinbach, Delmenhorst, Florstadt, Gagenau, Gießen, Grünberg Gummersbach, Lurup, Radolfzell, Raunheim, Rüsselsheim, Seligenstadt, Alsfeld, Altenstadt, Bad Marienberg, Bad Schwalbach, Bensheim, Bergisch-Gladbach, Bochum, Bremerhaven, Büdingen, Darmstadt, Dreieich, Freiburg, Freinsheim Göttingen, Groß-Gerau, Hannover, Iserlohn, Kaiserslautern, Karlsruhe, Maintal, Meschede, Mülheim, Münster, Neu-Isenburg, Nidda, Raunheim, Regensburg, Reichelsheim, Reinheim, Reutlingen, Rheine, Schlüchtern, Soest, Wabern, Wetter, Wetzlar

رمضان المبارک کے دوران مختلف درسوں کا اہتمام

امسال بھی کورونا وبا کے پیشِ نظر ایم۔ٹی۔اے جرمن سٹوڈیوز نے یوٹیوب سٹریم MTA-Germany کے ذریعہ آن لائن مندرجہ ذیل درسوں کا انتظام کیا جنہیں جرمنی میں مقیم مربیان سلسلہ پیش کرتے رہے ہیں:

1۔درس القرآن (جرمن زبان) صبح چار بجے (4:00)
2۔درس حدیث (جرمن زبان) دوپہر ایک بجے (13:00)
3۔درس ملفوظات (جرمن زبان) شام پانچ بجے (17:00)
4۔درس القرآن براہِ راست (مع رواں جرمن ترجمہ) شام ساڑھے سات بجے (19:30)

اس کے علاوہ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر ہر منگل کے روز جرمنی سے پروگرام ”رمضان المبارک ایم۔ٹی۔اے کے ساتھ“ بھی نشر کیا جا رہا ہے۔

کورونا احتیاطی تدابیر کے پیش نظر امسال بھی مساجد میں نماز تراویح اور اعتکاف کا اہتمام نہیں ہوسکا۔

ماہ مارچ 2021 میں پروگرام کرنے والی جماعتیں

Hattersheim, Griesheim, Waldshut, Immenhausen, Limburg, Kassel, Neuss, Wittlich, Bruchsal, Münster, Iserlohn, Ellwangen, Nürnberg, Pinneberg, Heidelberg, Eppelheim , Schlüchtern, Dresden, Neuwied, Bad Homburg, Eppertshausen, Bielefeld, Gießen, Husum, Kaiserslautern, Ludwigshafen, Rüsselsheim, Simbach, Stade, Minden, Darmstadt, Aachen, Dieburg, Maintal, Aschaffenburg, Donaueschingen, Gemünden, Kiel, Miltenberg, Offenbach, Riedstadt, Schleswig, Wabern, Grünberg, Augsburg, Bad Kreuznach, Bad Segeberg, Bad-Soden, Bamberg, Berlin, Betzdorf, Bitburg, Böblingen, Bocholt, Eich-Worms, Flörsheim, Florstadt, Freinsheim, Friedrichdorf, Frontenhausen, Gemünden, Lurup, Heilbronn, Heusenstamm, Heusenstamm, Karben, Kassel, Koblenz, Kusel, Leipzig, München, Paderborn, Pfungstadt, Pulheim, Radolfzell Regensburg, Renningen, Rodgau, Stormarn, Ulm Donau, Usingen, Viernheim, Waiblingen, Weingarten, Würzburg

(شعبہ تبلیغ جرمنی)

اُذۡکُرُوۡا مَوۡتٰکُمۡ بِالۡخَیۡرِ

سادہ مزاج اور بے حد مخلص دوست

مکرم عبدالغفور بھٹی صاحب مرحوم

(مکرم عبدالنور بھٹی صاحب، مکرم عبدالحلیم بھٹی صاحب۔ جرمنی)

جماعت احمدیہ جرمنی کے ایک دیرینہ رکن ہمارے والد محترم عبدالغفور بھٹی صاحب کی وفات چھ سال قبل 14؍فروری 2015ء بعمر 80 سال ہوئی تھی، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ بے حد مخلص، سلسلہ کا درد رکھنے والے اور بڑے ہی سادہ مزاج بزرگ تھے۔ آپ 1974ء جرمنی تشریف لائے تھے اور اُس دور میں جب نظام جماعت مربوط ہو رہا تھا، نوجوانوں کو سنبھالنے اور ان کی تربیت میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔

ہمارے خاندان میں احمدیت ہمارے دادا محترم غلام حیدر بھٹی صاحب (مرحوم) کے ذریعہ آئی۔ آپ کشمیر کے رہنے والے تھے تاہم ہجرت کر کے ضلع چکوال کے مشہور گاؤں پنڈ دادنخان میں سکونت اختیار کر لی تھی اور یہیں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافتِ ثانیہ کے دَور میں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ بیعت سے قبل کچھ عرصہ سے آپ جماعت کے بارہ میں تحقیق کر رہے تھے کہ 1924ء میں ایک رؤیا دیکھا کہ مسجد مبارک قادیان میں آپ وضو کر رہے ہیں تو کسی نے کہا کہ ”غلام حیدر اب تحقیق بند کر دو، حضرت مسیح موعودؑ سچے ہیں، بیعت کرلو“۔ چنانچہ آپ نے صبح اُٹھ کر اپنے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔ جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بے انتہا فضلوں سے نوازتے ہوئے خاندان کی طرف سے شدید مخالفت کے باوجود ثباتِ قدم عطا کیا، الحمدللہ۔ آپ سارے خاندان میں واحد احمدی تھے۔

1974ء کے پُرآشوب دور میں ہمارے والد مرحوم پاکستان ریلوے میں ملازمت کی وجہ سے راولپنڈی میں مقیم تھے۔ اس دوران ایک دن ملاؤں نے احمدیت کے جرم میں ہمارے گھر میں گھس کر والد صاحب کو جان سے مارنے کی دھمکی دی اور اُس کے لئے ایک ہفتہ سوچنے کا وقت دیا۔ اِسی عرصہ میں والد صاحب نے اہلیہ و بچگان کو مرکز سلسلہ ربوہ اپنے آبائی مکان میں منتقل کیا اور خود اپنے بھائیوں کے تعاون سے جرمنی ہجرت کر آئے اور جب تک صحت نے اجازت دی نمایاں جماعتی خدمات بجالانے کی توفیق پائی۔

1974ء سے 1986ء تک کا عرصہ والد صاحب مرحوم نے جرمنی میں اپنے اہل وعیال کے بغیر گزارا۔ فکرِ معاش کے علاوہ جماعتی خدمت بجالانے میں ہمہ تن مشغول رہتے اور اپنے وقت کا زیادہ عرصہ مسجد نور فرانکفرٹ میں ہی گزارتے۔ 1987ء میں جب والد صاحب کا اسائلم کا کیس پاس ہوا۔ تو سپانسر پر والدہ صاحبہ اور بچوں کو جرمنی بُلوایا اور پھر یہاں پر ہماری تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھا اور ساتھ ساتھ نظام کے ساتھ منسلک کیا۔ جماعتی اجلاسات میں ہمیں باقاعدگی سے شریک کرتے اور پابندی وقت کا خاص خیال رکھتے۔ جلسہ سالانہ برطانیہ میں متعدد بار شرکت کی توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضلوں سے بطور جرمنی بھر کے ناظم اعلیٰ انصار اللہ پھر عرصہ چھ سال (1990ء سے 1996ء) تک مجلس انصار اللہ جرمنی کے پہلے صدر، نائب امیر، فرانکفرٹ کے دو حلقوں ایشرزہائم اور فرانکفرٹ برگ کے صدر و سیکرٹری مال اور آخری عمر میں بطور صدر تجہیز وتکفین کمیٹی جرمنی خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس عرصہ میں جماعتی اموال کی حفاظت اپنے ذاتی مال کی طرح کی۔ جماعتی رقوم میں سے ایک پائی بھی خرچ کرتے ہوئے احتیاط سے کام لیتے اور مکمل تحقیق کرنے کے بعد رقم کی ادائیگی کرتے۔ ابتداء میں تو انصار کی تعداد چھ سات تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تعداد بڑھتی رہی۔ جب آپ 1996ء میں بطور صدر انصار اللہ سبکدوش ہوئے تو جرمنی بھر میں 165 مجالس قائم ہو چکی تھیں اور انصار کی تعداد تقریباً 1300 تک پہنچ چکی تھی۔ آپ نے انصار اللہ جرمنی کے مرکزی دفاتر کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی منظوری سے ایک مضبوط فنڈ قائم کیا۔ جس کے نتیجہ میں مجلس انصار اللہ جرمنی نے اوفن باخ میں قطعہ زمین خریدا جس پر 'مسجد جامع' کی تعمیر ہوئی جس کا شمار جرمنی کی وسیع احمدیہ مساجد میں ہوتا ہے۔ آپ کے دورِ صدارت میں مجلس انصار اللہ کی طرف سے قرآنِ مجید کے گجراتی ترجمہ کی مدّ میں قریباً آٹھ ہزار مارک اکٹھے ہوئے۔ اس طرح سے مالی لحاظ سے بھی آپ کے دور میں مجلس انصار اللہ نے ترقی کی اور اس کا بجٹ ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچ گیا۔

ہمارے والد صاحب بزرگوار بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ تہجد گزار، صوم وصلوٰۃ کے پابند، دُعاگو، متقی پرہیزگار، سادہ، صاف گو پاکباز، ملنسار اور خدام سلسلہ کی

بے حد عزت واحترام کرنے والے تھے۔ ہم سب بہن بھائیوں کو نمازیں التزام سے ادا کرنے کی تلقین کرتے اور حلقہ کے احباب کے لئے ایک عرصہ تک اپنے گھر میں نماز مغرب عشاء کی باجماعت ادائیگی کا انتظام کئے رکھا۔ ہمیشہ زیر لب تسبیح وتحمید، درود شریف اور دُعائیں دہراتے رہتے۔قرآن کریم کی باقاعدگی سے تلاوت کرتے اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود متعدد سورتیں حفظ کیں۔

آپ نے قرآن کریم میں متعدد آیات پر نشان لگائے ہوتے، کثرت سے صدقات کی ادائیگی کرتے۔ واجبی سی تعلیم تھی مگر دینی مسائل اور جماعتی تعلیم سے پوری طرح واقف تھے۔ اُصول پسند اور نظم وضبط کے پابند تھے۔ امانت کا حق ادا کرنے والے تھے چنانچہ لوگ بے دھڑک اپنی بڑی بڑی امانتیں آپ کے پاس رکھواتے تھے۔ اگر کسی سے کبھی قرض لینا پڑتا تو قرآنی حکم کے مطابق باقاعدہ تحریر لکھتے اور مقررہ میعاد میں رقم لوٹاتے۔ بہت صابر اور راضی برضا رہنے والے تھے اپنی تین سال سے زائد بیماری کا عرصہ انتہائی صبروشکر سے گذارا، کبھی کسی نے ناشکری کا کلمہ آپ کی زبان سے نہ سنا۔

طبیعت میں مزاح بھی تھا۔ بچوں اور بڑوں میں برابر مقبول تھے، اپنے آپ کو ماحول کے مطابق ڈھال لیتے، رحمی رشتہ داروں سے بہت محبت اور پیار کا سلوک تھا۔ پاکستان میں ہمیشہ اپنے ضرورت مند رشتہ داروں اور دیگر مستحقین کی اِس طریق پر مالی معاونت کرتے کہ دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہوتی۔

محترم والد صاحب مرحوم کا خلافت سے اطاعت، بے پناہ محبت اور احترام کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں چار خلفائے مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ دیکھنا نصیب کیا۔ جب تک صحت نے اجازت دی، جرمنی میں دوروں کے دوران خلیفہ وقت کی اقتداء میں نمازوں کی ادائیگی کے لئے پہنچتے اور ہمیں بھی ساتھ لاتے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات کو خاموشی اور انہماک سے سنتے۔ ایم ٹی اے کے پروگرام بہت شوق سے دیکھتے اور ہمیں بھی گھروں میں ایم ٹی اے لگانے کی تاکید کرتے۔ آپ بفضلِ تعالیٰ گزشتہ 43 سال سے موصی تھے، ہمیشہ لازمی چندہ جات کی ادائیگی فکر سے کرتے اور رسیدات کی فائل کا حساب کتاب مکمل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی وفات پر نہ صرف لازمی چندہ جات بلکہ حصہ جائیداد کی ادائیگی مکمل تھی۔ اور دفتر وصایا جرمنی نے بغیر کسی رکاوٹ کے اُن کی تمام تر ادائیگیوں کا سرٹیفکیٹ جاری کیا، الحمدللہ۔

جب والد صاحب پر آخری مرتبہ بیماری کا حملہ ہوا تو ڈاکٹرز نے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ اُس وقت خاکسار سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اُن کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے روزانہ دُعائیہ خط تحریر کرتا رہا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور خلیفہ وقت کی دُعاؤں کا اعجازی نشان تھا کہ اُس کے بعد والد صاحب مرحوم تقریباً ساڑھے تین سال تک حیات رہے جس پر معالجین بھی حیرانگی کا اظہار کرتے۔ مربیان سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بے پناہ محبت اور احترام کا تعلق تھا اور ہمیشہ ہم بہن بھائیوں کو بھی اس کی تلقین کرتے بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کو بھی سمجھاتے۔ گھر میں ہمیشہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام میں سے ''مسیح وقت اب دُنیا میں آیا، خُدا نے عہد کا دن ہے دکھایا'' کے اشعار خوش الحانی سے دہراتے رہتے۔

والد صاحب نے لواحقین میں چار بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ سب بچے بفضلہ تعالیٰ شادی شدہ اور خدمتِ سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ علاوہ ازیں دو پوتے، چار پوتیاں، آٹھ نواسے، تین نواسیاں بھی ہیں، الحمدللہ۔ آپ ان کی تربیت سے کبھی غافل نہ ہوئے ہمیشہ اُن کی خواہش ہوتی تھی کہ ساری اولاد مقبول خدمتِ دین کی توفیق پائے۔ جب کبھی بھی ہمارے بچے ملنے آتے تو نماز باترجمہ کی دہرائی کرواتے اور ہمیشہ اُنہیں نصیحت کرتے کہ تمام برکتیں نظام جماعت اور خلافت سے منسلک رہنے میں ہی ہیں۔ یہ اُن کی نیک تربیت کا ہی اثر تھا کہ تقریباً ساری اولاد فعّال خدمات دینیہ بجالانے میں مصروفِ عمل ہے۔ بڑی بیٹی کو تنظیم لجنہ اماء اللہ میں نیشنل سطح پر محاسب، مال اور چھوٹے بیٹے کو زونل قائد خدام الاحمدیہ فرانکفرٹ خدمت کی توفیق مل رہی ہے، جبکہ دو بیٹیوں کو بطور مقامی صدرات خدمت کی توفیق ملی۔ چھوٹی بیٹی جماعتی سطح پر قائم وکلاء کمیٹی کی رکن ہے۔

والد صاحب کی نماز جنازہ حاضر مؤرخہ 15؍فروری کو بیت السبوح فرانکفرٹ میں محترم نیشنل امیر جماعت جرمنی عبداللہ واگس ہاوزر صاحب نے پڑھائی۔ اور مؤرخہ 17؍فروری کو فرانکفرٹ کے جنوبی قبرستان میں ہماری والدہ صاحبہ مرحومہ کی قبر کے ساتھ ہی تدفین ہوئی۔ اس موقع پر بھی محترم نیشنل امیر صاحب نے نماز جنازہ حاضر پڑھائی اور قبر تیار ہونے پر مبلغ انچارج مکرم مولانا حیدر علی صاحب ظفر (حال نائب امیر جماعت) نے دُعا کروائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی مؤرخہ 25 مارچ 2015ء کو نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ دُعا کریں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمارے والد محترم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اُن کے درجات بلند کرے اور والد صاحب اور ہم سب بہن بھائیوں کو صبرِ جمیل عطا کرے اور ہمیں صحیح معنوں میں والد صاحب (مرحوم) کی صفات حسنہ کا وارث بنائے اور اُن کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے، آمین۔

وقارِ عمل ہے وقارِ جماعت

مسجد بیت القدوس باد مارین برگ

چند ماہ قبل جماعت باد مارین برگ میں مسجد بیت القدوس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ مسجد کے وسیع احاطہ میں بہت سی غیر ضروری جھاڑیاں وغیرہ بھی تھیں جن کو تلف کر کے جگہ کی صفائی ضروری تھی۔ چنانچہ اس کے لئے مؤرخہ 17 فروری اور 6 مارچ 2021ء کو یہاں وسیع پیمانہ پر وقارِ عمل کیا گیا جو صبح دس گیارہ بجے تا شام چھ بجے جاری رہا۔ دونوں دن ہونے والے اس وقارِ عمل میں چار انصار، سولہ خدام اور چار اطفال، کل چوبیس افراد نے حصہ لیا جبکہ ضیافت کا انتظام لجنہ اماء اللہ نے کیا۔ چنانچہ مذکورہ جھاڑیوں کی کٹائی کے علاوہ عمارت کی اندرونی اور بیرونی دھلائی اور صفائی بھی کی گئی۔ اس وقارِ عمل میں ایک مقامی دوست مکرم خواجہ مظفر احمد صاحب سیکرٹری جائیداد نے اپنی فرم کی بھاری مشینری پیش کی جس کی مدد سے بہت سا مشکل کام آسانی سے انجام پذیر ہو گیا، الحمد للہ۔

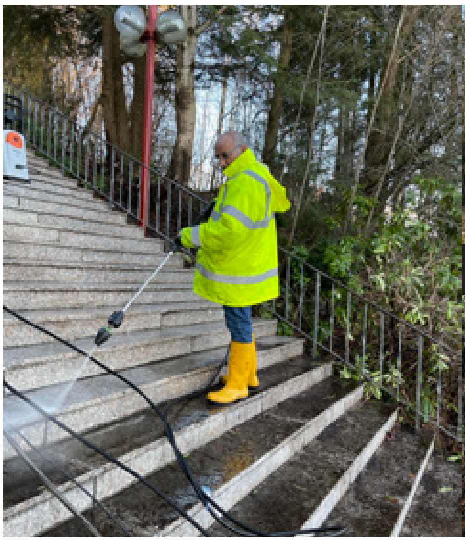

مسجد بیت القدوس باد مارین برگ

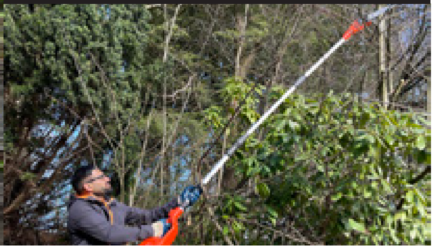

(رپورٹ: آصف محمود صدر جماعت Bad Marienberg)

جنوبی قبرستان فرانکفرٹ

فرانکفرٹ کے انتہائی جنوب میں فرانکفرٹ کی قدیم ترین تاریخی احمدیہ مسجد نور کے پڑوس میں واقع قبرستان (Südfriedhof) اس اعتبار سے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ یہاں ڈیڑھ صد سے زائد احمدی دفن کئے جا چکے ہیں جن میں جماعت جرمنی کی بہت سی اہم شخصیات بھی شامل ہیں۔ جرمنی میں طویل عرصہ تک خدمتِ دین بجالانے والے مبلغ سلسلہ مولانا مسعود احمد جہلمی صاحب، مولانا فضل الٰہی انوری صاحب، ابتدائی اطالوی نژاد احمدی مکرم عبدالہادی کیوسی صاحب، معروف جرمن احمدی ادیب و شاعر مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب اور جرمنی کے نہایت مخلص و محنتی خادم سلسلہ مکرم مبشر احمد باجوہ صاحب بھی یہیں مدفون ہیں۔

محترم نیشنل امیر صاحب جرمنی کی ہدایت پر لوکل امارت فرانکفرٹ کے زیر اہتمام مختلف مراحل میں وقارِ عمل کر کے بہت سی قبروں کو درست کیا گیا۔

وقارِ عمل کرنے کے لئے قبرستان کی انتظامیہ سے اکتوبر 2020ء میں بات چیت کی اس وقت ہمیں کورونا کی وجہ سے وہاں وقارِ عمل کی اجازت نہیں ملی پھر ہم ہر مہینے ان سے بات کرتے رہے اس طرح ہمیں فروری 2021ء میں وہاں وقارِ عمل کرنے کی اجازت ملی۔ چنانچہ تین خدام اور دو انصار نے مل کر وہاں وقارِ عمل کیا اور بیس قبروں کی مرمت کی۔

تیسرے مرحلہ میں مؤرخہ 13 مارچ 2021ء کو وسیع پیمانہ پر وقارِ عمل کیا گیا۔ اس کے لئے قبروں پر ڈالی جانے والی مٹی کی 40 بوریاں اور استعمال ہونے والا دیگر سامان خریدا گیا جبکہ کام کے لئے اوزار قبرستان کی انتظامیہ نے مہیا کئے۔ مقررہ دن 19 خدام و انصار بھائیوں نے خراب موسم اور بارش کے باوجود اس وقارِ عمل کا آغاز دعا سے کیا تین تین افراد پر مشتمل ٹیمیں بنا کر ہر ٹیم کے سپرد ایک ایک لائن کی درستگی کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس دوران بلاک سی میں موجود پچیس قبور کو مٹی ڈال کر درست کیا گیا۔ ایک دوست کی طرف سے پیش کئے گئے لکڑی کے چوکھٹے بھی حسبِ ضرورت قبروں پر لگائے گئے۔ علاوہ ازیں سارے بلاک کی عمومی صفائی بھی کی گئی۔ آخر پر شرکاء کی ریفریشمنٹ بھی کروائی گئی۔ وقارِ عمل میں حصہ لینے والے فرانکفرٹ سٹی کے انصار اور خدام کے لئے دعا درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

(رپورٹ: احسن قدیر بھٹی، سیکرٹری امور عامہ لوکل امارت فرینکفرٹ)

Südfriedhof فرانکفرٹ

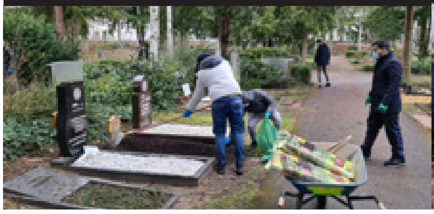

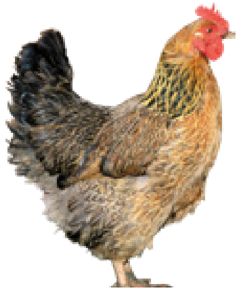

کچھ انڈوں کی طرف داری میں

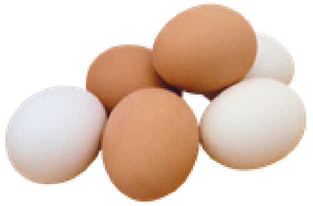

ابن انشا (از آپ سے کیا پردہ)

(مرسلہ: مدبر احمد خان)

دنیا میں یہ بحث ہمیشہ سے چلی آرہی ہے کہ انڈا پہلے یا مرغی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں انڈا۔ کچھ کا کہنا ہے مرغی۔ ایک کو ہم مرغی اسکول یا فرقہ مرغیہ کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے کو انڈا اسکول۔ ہمیں انڈا اسکول سے منسلک سمجھنا چاہیے۔ ملتِ بیضا کا ایک فرد جاننا چاہیے۔ ہمارا عقیدہ اس بات میں ہے کہ اگر آدمی تھانے دار یا مولوی یعنی فقیہ شہر ہو تو اس کے لیے مرغی پہلے اور ایسا غریب شہر ہو تو اس کے لیے انڈا پہلے اور غریب شہر سے بھی گیا گزرا ہو تو نہ اس کی دسترس مرغی تک ہوسکتی ہے نہ انڈا اس کی گرفت میں آسکتا ہے۔ اسے اپنی ذات اور اس کی بقا کو ان چیزوں سے پہلے جاننا چاہیے، مقدم رکھنا چاہیے۔

ایک زمانے میں ہمارا دھیان کبھی کبھی مرغی کی طرف بھی جایا کرتا تھا۔ لیکن جب سے بکری کے دام گائے کی قیمت کے برابر ہوئے ہیں اور مرغی بکری کے دام پانے لگی ہے اور انڈا مرغی کے بھاؤ دستیاب ہونے لگا ہے، ہمارے لیے انڈا ہی مرغی ہے۔ ہم وحدت الوجود کی منزل میں آگئے ہیں۔ انڈا یوں بھی بڑی خوبیوں کی چیز ہے۔ اس میں سفیدی ہوتی ہے۔ اس میں زردی ہوتی ہے۔ اس میں چونا ہوتا ہے۔ اس میں پروٹین ہوتی ہے۔ اسے دانہ نہیں ڈالنا پڑتا۔ یہ بیٹ نہیں کرتا۔ بلیاں اس کی جان کی خواہاں نہیں ہوتیں۔ اس کے لیے ڈربا نہیں بنوانا پڑتا۔ اس کے خول پر رنگ کرکے اسے گھر میں سجا سکتے ہیں۔ ہاں کبھی کبھی یہ گندا ضرور نکل جاتا ہے۔ سو اسے آسانی سے اٹھا کر باہر گلی میں پھینکا جا سکتا ہے۔ علامہ اقبال بھی جب نئی تہذیب کے کسی گندے انڈے کو دیکھتے تھے، یہی کہا کرتے تھے۔ افسوس کہ پرانی تہذیب کے گندے انڈوں کے متعلق انہوں نے اپنے کلام میں کوئی واضح ہدایات نہیں چھوڑیں۔ اس لیے ان کے عقیدت مند ان کو سنبھال کر رکھے جا رہے ہیں۔

اقبال کے ایک شارح نے تو اس شعر کی مدد سے علامہ اقبال کی گھریلو زندگی پر بھی پورا مقالہ لکھ دیا ہے۔ آج کل دستور یہی ہے کہ غالب کی زندگی معلوم کرنی ہے تو اس کے دیوان سے اخذ کرو کہ وہ شہر میں بے آبرو پھرا کرتے تھے۔ دھول دھپا اور پیش دستی کیا کرتے تھے۔ درکعبہ سے اُلٹے پھر آیا کرتے تھے۔ سیدھے نہیں۔ اور مرنے کے بعد بھی بولا کرتے تھے۔ کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ...... وغیرہ وغیرہ۔ ان صاحب نے لکھا ہے کہ علامہ اقبال ایک روز بازار سے نئی تہذیب کے کچھ انڈے لے کر آئے۔ ان کی بیوی آملیٹ بنانے بیٹھیں تو انہیں دوسرا مصرع پڑھنا پڑا ؎

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اس پر علامہ موصوف نے ترکی بہ ترکی یعنی مصرع بمصرع ہدایت کی کہ ان کو، اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں۔

یہ تحقیق یہاں ختم نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ اتنی سی بات کو ہر عامی بھی سمجھ سکتا ہے۔ شارح موصوف کا کہنا ہے کہ شاعر کا گھر کسی گلی میں تھا۔ یہ شعر لازماً ان دنوں کا ہے جب علامہ مرحوم نے میوروڈ پر ابھی اپنی کوٹھی نہیں بنائی تھی۔ ورنہ وہ یہ فرماتے کہ اٹھا کر پھینک دو باہر سڑک پر۔ جناب محقق نے علامہ اقبال کی زبان میں نقص بھی دریافت کیا ہے کہ باہر کا لفظ زائد ہے کیونکہ گلی گھر کے اندر نہیں ہوتی۔ مزید لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو ہر معاملے میں خوامخواہ اپنی رائے دینے کی عادت تھی ورنہ گندے انڈے کو گلی میں پھینکنے کا فیصلہ ان کی بی بی خود بھی کرسکتی تھیں۔

شارح موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شعر علامہ اقبال مرحوم کے ابتدائے جوانی کا ہے۔ جب انہیں پہلوانی اور کسرت اور کرتب بازی سے دلچسپی تھی۔ وہ بھاری بھاری وزن کو اٹھا کر دو چار بار گردش دیتے تھے، پھر پھینکتے تھے۔ یہ ان کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ اس لیے کہا ہے کہ اٹھا کر پھینک دو۔ صرف ”پھینک دو“ کہنا کافی نہیں سمجھا۔ معاملہ انڈوں ہی کا کیوں نہ تھا۔ ہمارے خیال میں اس شعر سے ابھی اور معنی نچوڑنے کی بھی گنجائش ہے۔ علامہ مرحوم کو اپنے باطن کی صفائی کی طرف زیادہ دھیان رہتا تھا۔ باہر کی صفائی کا کچھ خیال نہ کرتے تھے۔ ورنہ وہ یہ کبھی نہ فرماتے کہ انڈے اُٹھا کر باہر گلی میں پھینک دو۔ انہیں کوڑے کے ڈرم میں پھینکنا چاہیے تھا۔ باہر کسی بھلے آدمی کی اچکن پر گر جاتے تو بڑا فضیحتا ہوتا۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری قوم کو علامہ مرحوم کی ہر ہدایت پر آنکھ بند کرکے عمل کرنا چاہیے۔ ہماری رائے میں اپنی عقل کا واجبی استعمال بھی کر لینا چاہیے۔ تھوڑی احتیاط بھی لازم ہے۔ ہر خوشہ گندم کو جلانے، مَرمَر کی سِلوں سے ناخوش و بیزار ہونے، اس رزق سے موت اچھی ہونے اور گندے انڈے گلی میں اُٹھا کر پھینک دینے کے متعلق اشعار اس کی محض چند مثالیں ہیں۔

آج انڈوں کی طرف رہ رہ کر ہمارا دھیان جانے کی کئی وجہیں ہیں۔ ایک تو سردی دوسرے حکومت کا یہ اعلان کہ گوشت اور دودھ کی طرح انڈوں کی بھی قیمتیں مقرر کی جا رہی ہیں تاکہ مقررہ قیمتوں پر نہ ملیں۔ تیسرے شاد عارفی مرحوم کا ایک نادرہ کار شعر ہماری نظر سے گزرا ہے۔ صیاد اور قفس اور نشیمن کے مضمون بہت شاعروں نے باندھے ہیں۔ نئے رنگ اور نئے ڈھنگ سے بھی باندھے ہیں۔ خود علامہ اقبال مرحوم نے بھی ایک بلبل کی فریاد لکھی ہے۔ لیکن اس مضمون کے جملہ تعلقات پر کسی کی نظر نہیں گئی تھی۔ فرماتے ہیں شاد عارفی رام پوری۔

نہیں بھی ساتھ لیتا جا، کہیں ٹکیاں بنا لینا

ارے صیاد دو انڈے بھی رکھے ہیں نشیمن میں

(رپورٹ: صفوان احمد ملک شعبہ تبلیغ جرمنی)

يُصَلُّونَ عَلَيْكَ صُلَحَاءُ الْعَرَبِ وَ اَبْدَالُ الشَّامِ

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ مؤرخہ 4 اپریل 2021ء بوقت ڈیڑھ بجے بعد دوپہر جرمنی بھر سے آئے ہوئے 56 احمدی عرب احباب کی مواصلاتی ذریعہ سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر واقع اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں تشریف فرما تھے جبکہ حضور کے یہ خدام بیت السبوح فرانکفرٹ کے بڑے ہال میں جمع تھے۔

تلاوت قرآن کریم سے ملاقات کا آغاز ہوا جس کی سعادت مکرم مصعب شویری صاحب (جماعت Chemnitz) کو نصیب ہوئی۔ اس کے بعد مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب مبلغ سلسلہ وانچارج عرب ڈیسک جرمنی نے حضور انور کی خدمت میں درج ذیل رپورٹ بابت مارچ 2020ء تا مارچ 2021ء پیش کی۔

1۔ جرمنی بھر میں 400 سے زائد عرب احمدی باقاعدہ نظام جماعت کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس سلسلے میں عرب ڈیسک عرب احباب کو لوکل صدر صاحب جماعت اور لوکل مربی سلسلہ کے ذریعہ مقامی جماعت کا فعال حصہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔

2۔ ستر 70 آن لائن تبلیغی میٹنگز منعقد ہو چکی ہیں۔

3۔ چوبیس گھنٹے فری ہاٹ لائن فون سروس جاری ہے۔

4۔ انفرادی طور پر 210 تبلیغی میٹنگز منعقد ہوئیں۔

5۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ 4 لاکھ 31 ہزار سے زائد افراد کو پیغام پہنچایا گیا۔

6۔ بیس سے زائد عرب احمدی فعّال داعی الی اللہ ہیں۔

7۔ سوشل میڈیا پر ایک ہزار سے زائد سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

8۔ موجودہ حالات کی وجہ سے عرب احمدیوں سے ان کے گھروں میں جا کر ملاقاتوں کا سلسلہ نہیں رہا۔ لیکن ان سے مستقل رابطہ رکھنے اور تعلیم تربیت کے لئے آن لائن کلاسز کا انتظام کیا گیا ہے۔ جس میں جماعتی عقائد، فقہی مسائل، نظام جماعت، گھروں کے مسائل، تربیت اولاد، نماز باجماعت، نماز جمعہ کی اہمیت، خلافت کا مقام اور اس سے پختہ تعلق، خطبات جمعہ اور چندہ جات کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس ملاقات میں شامل تمام احباب سے فرداً فرداً گفتگو فرمائی۔ ایسے محبت بھرے انداز میں ان کے ذاتی اور خاندانی حالات دریافت فرمائے کہ ہر دوست نے حضور انور کے ساتھ خاص تعلق محسوس کیا۔ اس دوران مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب نے ترجمانی کے فرائض سر انجام دیئے اور اس کے ساتھ ان دوستوں کے بارے میں بھی بعض تعارفی امور پیش کرتے رہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نئی بیعت کرنے والوں سے دریافت فرماتے کہ بیعت کے بعد کیا تبدیلی محسوس کر رہے ہیں پھر انہیں استقامت کے ساتھ اس پر قائم رہنے کے لئے زریں نصائح سے نوازتے۔

ایک دوست مکرم اکرم سلیمان صاحب جو عربی ڈیسک کا فیس بک کا پیج بھی چلاتے ہیں، کو دیکھ کر حضور نے فرمایا کہ ہر دفعہ جب میں دورے پر (جرمنی) جاتا ہوں (یہ) آئے ہوتے ہیں، مجھے الوداع کرنے بھی آتے ہیں۔ ایک دوست نے اپنے رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے اور ان کے احمدی ہو جانے کا ذکر کیا تو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ماشاءاللہ قرآن کی صحیح تعلیم پر عمل کر رہے ہیں کہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے تبلیغ شروع کرو۔ اسی طرح حضورِ انور نے بعض سے پوچھا شادی شدہ ہیں بعض سے پوچھا کہ کیا بیوی بچوں نے بھی بیعت کر لی ہے اسی طرح ایک بھائی نے کہا میری بیوی احمدی نہیں حضور نے فرمایا اُسے اچھے اخلاق دکھاؤ ان شاءاللہ احمدی ہو جائے گی۔

اسی طرح نوجوانوں سے تعلیم اور ہنر وغیرہ اور نوکریوں وغیرہ کی بابت دریافت فرمایا۔ مکرم احمد العاقل صاحب نے بتایا کہ خاکسار دمشق سیریا سے ہے اور آج ہی بیعت کی ہے۔ اگرچہ بارہ سال قبل سیریا میں جماعت کا تعارف ہوا تھا لیکن بیعت کی توفیق اب ملی، اب جرمنی میں آکر دوبارہ جماعت سے رابطہ ہوا ہے۔ مکرم محمد المحمود صاحب نے بھی اسی روز بیعت کی تھی، حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انہیں فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود کی صداقت پر مکمل یقین اور ایمان ہونا چاہئے کہ وہی مسیح و مہدی ہیں جس کی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی یہ ایمان پکا کریں اپنا۔ اگر کسی بداخلاق احمدی کو دیکھیں تو اسے اپنے اخلاق دکھائیں نہ کہ یہ سمجھیں کہ احمدیت کی تعلیم صرف دکھاوا ہے جو یہ اخلاق دکھاتے ہیں۔ احمدیت کی وہی تعلیم ہے جو حقیقی اسلام کی تعلیم ہے اور اُس پر ہر ایک کو قائم ہونا چاہئے خواہ وہ نیا ہو یا پرانا ہو۔

ایک گھنٹہ بیس منٹ تک جاری رہنے والی اس ایمان افروز ملاقات کے آخر پر حضور انور نے فرمایا کہ آئندہ بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں گی، ان شاءاللہ پھر ”اللہ حافظ و ناصر ہو“ نیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کی دعائیں دیتے ہوئے حضور انور رخصت ہوئے۔

بعض عرب بھائیوں کے جذبات و تأثرات

مکرم ولید فلیون صاحب کا تعلق سیریا سے ہے اور بیت السبوح سے تقریباً 230 کلومیٹر دور رہتے ہیں:

بہت زبردست ملاقات تھی۔ ہر روز جماعت احمدیہ یہ ثابت کر رہی ہے کہ مسلمانوں کو حقیقی قائد کی ضرورت ہے تا کہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے اسوہ ہو۔ اور یہ قائد سوائے جماعت احمدیہ کے امام کے اور کوئی ہرگز نہیں ہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح کسی سے بات کرتے تو مجھے محسوس ہوتا کہ حضور اس شخص سے زیادہ پیار کرتے ہیں، آپ کی ہر احمدی سے بے مثال محبّت ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی لیڈر میں نہیں ملتی۔ حضرت امیرالمومنین سے اس ملاقات کا ہمیں لمبے عرصہ سے انتظار تھا۔ اس سے ایک محبت کا احساس ہوا ہے جو تمام مومنوں کو آپس میں باندھتی ہے، انما المومنون اخوۃ۔

مکرم باسل غنون صاحب کہتے ہیں: میں مہمان کے طور پر پہلی مرتبہ آپ کے اجتماع میں شامل ہوا ہوں۔ میں نے عرب احمدیوں کے درمیان جو محبت اور الفت دیکھی ہے وہ کسی اَور میں نظر نہیں آتی۔ اور امام جماعت احمدیہ جب تشریف لے آئے اور ان کا ہر احمدی سے اس طرح سوال کرنا اور ان کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر نصیحت کرنا اور ان کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھنا ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے ایک والد اپنے بچوں کو نصیحتیں کر رہا ہے۔

مکرم لوئی صقر صاحب کہتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد امیرالمومنین سے اس پہلی ملاقات سے قبل میرے جذبات خوشی اور خوف سے بھرے ہوئے تھے لیکن حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کے بعد حضور سے محبت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ آپ ہم سے محبت سے بات کرتے ہیں اور ہم سے مزاح بھی کرتے ہیں۔ ایسے احساسات کہ جن کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

مکرم نبیل طنتوش صاحب: میں آج اس مبارک جماعت میں بیعت کر کے شامل ہوا ہوں۔ حضرت امیر المؤمنین کا مجھے welcome کہنا، آپ کی مسکراہٹ اور مزاح نے میرے دل پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ اس ملاقات سے میرے ایمان کو اَور مضبوطی حاصل ہوئی ہے۔ میں اُن تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس اجتماع کے بہترین انتظامات کئے۔

مکرم احمد العاقل صاحب کا تعلق جرمنی کے شہر Dambach سے ہے، بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھے آج اس مبارک جماعت میں شامل ہونے کی توفیق دی ہے۔ وہ بات جس نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا وہ جماعت کی بہترین تنظیم ہے۔ اسی طرح احمدیوں کی آپس میں بات چیت اور ایک دوسرے سے احترام اور محبت سے پیش آنا اور ایک دوسرے کے احوال پوچھنا مجھے ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ ہم نے تاریخ کی کتب میں گزشتہ مسلمانوں کے امراء کے متعلق پڑھا ہے۔ اس لئے میرا تو یہ تصور تھا کہ میں جب امیرالمؤمنین سے ملوں گا تو وہ انہی بادشاہوں کی طرح ایک شخص ہوں گے جو اپنی عوام سے کوسوں دور تھے۔ لیکن امیرالمؤمنین سے ملاقات کے بعد اور آپ کی خوبصورت مسکراہٹ اور آپ کے چہرے پر ایک نظر پڑنے کے بعد میں نے آپ کے چہرے پر ایک نور محسوس کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے خلافت کی اس ضرورت اور نعمت کو محسوس کیا کہ واقعی ایک خلیفہ اور امیرالمؤمنین ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر خلافت کی نعمت کو دوام بخشے، جزاکم اللہ۔

مکرم زید علی عیسیٰ صاحب سیریا سے ہیں، نے کہا کہ میں نے الحمدللہ 2012ء میں بیعت کی توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ شرف عطا فرمایا ہے آج کہ ہم امیرالمؤمنین سے ملاقات کریں۔ بہت ہی دلچسپ ملاقات تھی کیونکہ بہت ہی لمبے عرصہ کے بعد ہمیں پیارے آقا سے ملنے کا یہ موقع ملا ہے۔ الحمدللہ آج ہم نے آمنے سامنے پیارے آقا کا دیدار کیا اور اُن سے گفتگو کی اور براہِ راست درخواست دعا کرنے کی توفیق پائی۔ یہ ایک نہایت روحانی ملاقات تھی جس کا بیان لفظوں میں نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اتنی مدت کے بعد ہم امیرالمؤمنین سے ملے ہیں۔

مکرم انس اللبابیدی جماعت Augsburg سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہمیں حضرت امیرالمؤمنین سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جس نے ہمارے اندر ایک ایسی خوشی پیدا کی ہے اور اطمینان بخشا ہے۔ اس ملاقات میں ہم نے پیارے آقا میں اللہ کا نور دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور پیارے آقا کے لئے دعا اور شکرگزاری کے جذبات پیش ہیں کہ پیارے آقا نے ہمیں اپنا قیمتی وقت عطا فرمایا۔

مکرم اکرم سلمان صاحب کا تعلق جماعت Reutlingen سے ہے جو بیت السبوح سے 245 کلومیٹر دور ہے بیان کرتے ہیں کہ میں بہت زیادہ خوش ہوں کیونکہ آج کے دن سے قبل مجھے اس بات کا خوف تھا کہ ایک اور سال حضور انور سے ملاقات کے بغیر گزر جائے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت ہمیں ملاقات کا شرف بخشا اور اس کے ذریعہ ہماری پیاس بجھی اور ان مشکل حالات میں ہمیں خوشی اور اطمینان عطاء ہوا، الحمدللہ۔

مکرم عبدالرحمٰن السویدی صاحب آف الجزائر جماعت Kassel سے ہیں: خاکسار نے 1996ء میں بیعت کی توفیق پائی تھی۔ الحمدللہ یہ دن ہمارے لئے ایک بہت ہی مبارک دن ہے کیونکہ ہمیں آج امیرالمؤمنین سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا اور گو کہ یہ ملاقات دور سے تھی

لیکن ہمارے دل بہت ہی قریب تھے اور حضور انور کے وجود نے اس ہال کو منور کیا اور ہمارے دلوں کو بھی اور ہم نے ایک دلی خوشی محسوس کی اور ایسے محسوس ہوا کہ گویا کہ میں جلسہ سالانہ میں شامل ہوں۔ الحمد للہ علی ذٰلک۔

مکرم محمد سلیم شحرور صاحب جن کا تعلق جماعت Gelnhausen سے ہے، نے کہا کہ ہمیں ہمیشہ پیارے حضور سے ملاقات کی خواہش رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں بالآخر یہ موقع آج عطاء ہوا جو انتہائی خوشی کا باعث تھا۔

مکرم محمد سلیمان صاحب جن کا تعلق جماعت Reutlingen سے ہے، نے بیان کیا کہ مَیں حقیقت میں بہت زیادہ خوش ہوں کہ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کا موقع ملا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو ہر ایک کے جذبات کا خیال ہے جس میں دنیا کا ہر ایک احمدی شامل ہے۔ ہر ایک سے اس کے بارہ میں پوچھا اس کی مصروفیات کے بارہ میں سوال کیا اور اس کے مالی حالات تک بھی دریافت کئے اور انتہائی گہرائی سے ہر چیز کے بارہ میں سوال کیا۔ یہ ایک انتہائی روحانی ملاقات تھی۔

مکرم احمد دیاب صاحب جن کی رہائش جرمنی کے شہر Witten میں ہے بیان کرتے ہیں کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ الحمد للہ بہت ہی خوشی کا مقام ہے۔ خاکسار کو اس سے قبل بھی ملاقات کا موقع ملا تھا جس کے بعد روحانیت کے ساتھ ساتھ دنیاوی امور میں بھی تمام کام پہلے سے بہتر ہو گئے تھے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مسکراتا چہرا ہمارے اوپر ایک روحانی اثر چھوڑتا ہے اور یہ صرف خلیفۃ اللہ کا مقام ہے۔ اور یہ ملاقات بھی روحانیت سے بھر پور تھی۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ قربت کا مقام حاصل کرنے کی دعا کرتا ہوں۔

مکرم محمد الکیال صاحب جماعت Lahr کہتے ہیں: اب چند لمحوں بعد ہم ہمارے سیّدی حضرت امیر المؤمنین سے ملنے والے ہیں۔ پیارے آقا سے ملاقات کی ہم بہت ہی تمنا کرتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ تناؤ محسوس کر رہے ہیں لیکن ساتھ ہی خوشی بھی محسوس کر رہے ہیں جو کہ زیادہ حاوی ہے کیونکہ ہم خاص طور پر اس سال بہت ہی تمنا رکھتے ہیں امیر المؤمنین سے ملنے کی کیونکہ گزشتہ سال ہم پیارے آقا کا جلسہ سالانہ منعقد نہ ہونے کی وجہ سے دیدار بھی نہیں کر سکے، جزاکم اللہ احسن الجزاء

مکرم سعید درویش صاحب جماعت Rödermark نے کہا کہ میں حضرت امیر المؤمنین سے ملاقات کرنے کی انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ یقیناً یہ جذبات بہت ہی پیارے ہیں۔ پیارے آقا ہمارے روحانی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہی تعلق ہمارے ایمان کی مضبوطی کا باعث ہے اور اس طرح سے محسوس ہو رہا ہے کہ گویا میں ایک عرصہ سے اپنے والد سے نہیں ملا۔ ان سے ملنے کی مجھے بہت ہی تمنا ہے۔ جزاکم اللہ

برلن جماعت سے مکرم عبد الرحمٰن شافعی صاحب نے کہا کہ بعض اوقات انسان اپنے جذبات بیان کرنے سے عاجز ہوتا ہے میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آج خاص موقع عطا فرمایا ہے جس کا یقین نہیں ہو پا رہا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے پیارے آقا کی صحت کے لئے دعا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پیارے آقا کا ہمیشہ حامی و ناصر ہو اور انہیں اس جہان اور اگلے جہان میں بھی اپنی نعمتوں سے نوازے، آمین ثم آمین۔

مکرم محمد سلیمان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں مختلف قسم کے احساسات موجزن ہیں جس میں خوشی کے ساتھ ساتھ خوف بھی شامل ہے۔ میری خواہش ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ حضور انور کے سامنے کھڑا ہونے، آپ سے سوالات کرنے اور آپ سے بات کرنے کی ہمت عطاء فرمائے آمین۔

مکرم مہند المصلی صاحب کا تعلق سیریا سے ہے، نے اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا کہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی بہت تمنا کر رہا تھا۔ کورونا وباء کی وجہ سے مجھے گزشتہ دو سال سے پیارے آقا سے ملاقات کا شرف نہیں ملا جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ مجھے تو پیارے آقا سے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر ہر سال ملنے کی عادت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُن تمام لوگوں کا مددگار ہو جو پیارے آقا سے محبت کرتے ہیں اور اللہ پیارے آقا کا حامی و ناصر ہو، آمین۔

اس ملاقات میں مندرجہ ذیل عرب احمدی شامل ہوئے:

Nr.	Name	Jamaat
1	Mohammad Alkayal	Lahr
2	Mohamad Walid Falion	Trier
3	Mohamad Ali (Azad)	Lünen
4	Akram Salman	Reutlingen
5	Mohamad Salman	Reutlingen
6	Anas Allababidi	Augsburg
7	Khaled Sabbagh	Bielefeld
8	Fouad Al-Nazzal	Leipzig
9	Maher Almaani	Nürnberg
10	Maher Sabbagh	Bielefeld
11	Ahmad Sabbagh	Bielefeld
12	Abdul Rehman Chafei	Berlin
13	Muhanad Almosalli	Berlin
14	Said Darwiche	Darmstadt
15	Abdul Rahman Badr	Kassel
16	Abdulkarim Alfahasi	Kassel
17	Abdul Rahman Alsuaidi	Kassel
18	Mohammed Selim Souidi	Kassel
19	Boukhris Hakim	Kassel
20	Mohammed Abdal-jawwad	Erlangan
21	Moner Alchawa	Dresden
22	Zaid Ali Eesa	Ellwangen
23	Ahmad Dyab	Dortmund
24	Ahmad Alakel	Aschaffenburg
25	Mirran Suleman	Limburg
26	Ayman Allababidi	Augsburg
27	Ahmad Muzien	Freinsheim
28	Mosab Shweri	Freiberg
29	Alaa Osman	Freiberg
30	Mhmod Drwesh Shkntana	Recklinghausen
31	Ahmad Alasad	Bochum
32	Arafat Ibrahim	Leipzig
33	Ahmad Ebraheem	Leipzig
34	Mohammad Ebra-heem	Leipzig
35	Iyad Odeh	Usingen
36	Abdullah Malik	Meschede
37	Mohamad Mahmud Ratib	Hannover
38	Louay Sakar	Reutlingen
39	Muhammad alhamud	Balingen
40	Abdullah Zaid Ab-dulkarem Alkuhali	Leipzig
41	Abdelmaula Ketami	Waiblingen
42	Abdulhelim Alallawi	Leipzig
43	Muhammad Alallawi	Leipzig
44	Muhammad Issa	Rüsselsheim
45	Mohammad Saleem Alshahroor	Gelnhausen
46	Ala,A Alden Kheder	Aachen
47	Zyad Alzyat	Aschaffenburg
48	Abed Hayam (Abu Aimen)	Aschaffenburg
49	Mohamad Hwayan	Aschaffenburg
50	Nabil Hantash	Aschaffenburg
51	Abdullah Al-Sandug	Mönchen-Gladbach
52	Lhaussain Dikri	Berlin
53	Mohamad Samaha	Koblenz
54	Bashir Al-Shahroor	Mannheim
55	Ammar Al Masabi	Italy
56	Basel Ghnnoum Feddo	Viernheim

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات ودعائے مغفرت

مکرم محمد سلیم صابر صاحب

خاکسار کے بڑے بھائی مکرم محمد سلیم صابر صاحب مؤرخہ 27 مارچ 2021ء بروز ہفتہ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں مختصر علالت کے بعد 77 سال کی عمر میں اس دارِفانی سے رخصت ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے والد حضرت میاں نور محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے جنہوں نے 1903ء میں بیعت کرنے کی سعادت پائی تھی۔ مرحوم نے ابتدائی تعلیم ربوہ میں حاصل کی اور میٹرک کرنے کے بعد 1962ء میں صدر انجمن میں ملازمت اختیار کرلی اور آپ کی تقرری بطور جونیئر کلرک نظارت دیوان میں ہوئی۔ 1968ء میں آپ کی ڈیوٹی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں لگادی گئی جہاں لمبا عرصہ قابل قدر خدمت کی توفیق ملی۔ 1987ء میں آپ کا تبادلہ دفتر اُمورِعامہ میں ہوگیا جہاں آپ کو آخر دم تک خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ اس دوران 1987 تا 2006ء آپ محتسب بھی تعینات رہے۔

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں خدمت کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح سے ملاقاتیں کروانے اور ڈاک پیش کرنے کی سعادت حاصل رہی جسے آپ نہایت درجہ ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو حضور کا خاص پیار اور اعتماد نصیب رہا اور آپؒ کی شفقت سے غیرمعمولی فیض پاتے رہے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذاتی محبت اور عنایات سے بھی ہمیشہ بہرہ وَر رہے۔ آخری دم تک سلسلہ کی خدمت کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ مرحوم موصی تھے حضور انور کی اجازت سے بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 23 اپریل 2021ء کو نماز جنازہ غائب پڑھائی اور اس سے قبل خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر فرمایا۔

(عبدالرشید خالد، جماعت ہاناؤ)

مکرم محمد یوسف ناصر صاحب

خاکسار کے بڑے بھائی مکرم محمد یوسف ناصر صاحب سابق صدر جماعت Bielefeld مؤرخہ 26 مارچ 2021ء بقضائے الٰہی وفات پاگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ یکم اپریل 1949ء کو ضلع ساہیوال چک نمبر 243 میں پیدا ہوئے۔ پھر بچپن میں ہی اپنے والد محترم مکرم چوہدری محمد عیسیٰ صاحب کے ساتھ ربوہ ہجرت کرآئے اور محلہ دارالرحمت وسطی میں آباد ہوئے۔ جولائی 1978ء میں جرمنی آگئے اور تادم آخر یہیں مقیم رہے۔ جرمنی میں آپ کو ایک لمبا عرصہ مقامی صدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ علاوہ ازیں مختلف جماعتی خدمات کی بھی توفیق بھی ملی۔ آپ نماز پنجگانہ کا التزام کرنے والے تھے، باقاعدگی سے ہر سال اعتکاف بھی کرتے۔ مرحوم خاموش طبع لیکن نہایت ملنسار اور شفیق انسان تھے۔ بوقت وفات آپ وقفِ عارضی کر رہے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ مرحوم کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم عبدالشکور صاحب، مکرم باسل احمد صاحب اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ (نذیر احمد، جماعت میونخ)

مکرم محمود احمد صاحب

خاکسار کے والد محترم، مکرم محمود احمد صاحب (محمود کریانہ سٹور گولبازار ربوہ) حال مقیم جماعت Oberursel جرمنی جو مؤرخہ 4/ اپریل بروز بدھ بعمر 87 سال بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ 1934ء میں گاؤں گھنوکے ججہ ضلع سیالکوٹ پاکستان میں پیدا ہوئے۔ گھٹیالیاں میں تعلیم حاصل کی اور 1957ء میں ربوہ منتقل ہوگئے۔ خاندان میں احمدیت آپ کے دادا کے ذریعہ آئی۔ آپ ربوہ میں کریانہ کی دکان کرتے تھے جو مناسب قیمتوں اور معیاری اشیاء کے لئے مشہور تھی۔ آپ 1991ء میں فیملی سمیت جرمنی آگئے۔ مرحوم کو اپنی جماعت Oberursel میں بطور سیکرٹری مال، صدر جماعت، زعیم مجلس، سیکرٹری تبلیغ اور سیکرٹری تعلیم القرآن ووقفِ عارضی کے علاوہ مشن ہاؤس Mittelweg میں شعبہ سمعی وبصری میں خدمات کی توفیق ملی۔ پاکستان میں بھی گولبازار ربوہ کی مجلس میں بطور زعیم مجلس عَلمِ انعامی بھی لینے کی توفیق ملی۔

آپ کو خلافت سے والہانہ عشق تھا۔ تبلیغ کا اس حد تک شوق تھا کہ جب چھٹی ہوتی تو اُس دن سائیکل پر ربوہ سے جھنگ کے درمیان مختلف گاؤں میں جاکر تبلیغ کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ وقفِ عارضی کا بھی متعدد بار موقع ملا۔ مرحوم ایک عاشقِ قرآن تھے۔ قرآنِ کریم سیکھنے، پڑھنے اور پھر بطور استاد پڑھانے کا شوق اُن میں ہمیشہ غالب رہا۔ نیشنل شعبہ تعلیم القرآن کے تحت ہمیشہ تعلیم القرآن کے اساتذہ میں سرفہرست رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو چار خلفائے احمدیت کی شفقت اور پیار نصیب ہوا۔ مرحوم نہایت درجہ ملنسار، صلہ رحمی کرنے والے، صوم وصلوٰۃ اور تہجد کے پابند اور موصی تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں 6 بیٹوں اور 2 بیٹیوں کے علاوہ 12 پوتے پوتیاں اور 12 نواسے نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ (داؤد احمد۔ کارکن شعبہ وقفِ نو)

مکرم جہانگیر بٹ صاحب

مکرم جہانگیر بٹ صاحب ابن مکرم غلام محمد بٹ صاحب مؤرخہ 19 اپریل 2021ء بعمر 48 سال حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پاگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کا تعلق ضلع نارووال کے گاؤں بھوڈی ملہیاں سے تھا۔ 1991ء میں خود تحقیق کرکے احمدیت قبول کی جس کے بعد مخالفت کا سامنا رہا۔ شدید خاندانی و

باقی صفحہ 29 پر

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین

TRS
ASIA'S FINEST FOODS
رمضان مبارک
TRS کی طرف سے آپ کو اور
آپ کے اہل خانہ کو رمضان کی مبارکباد
اپنا بہت خیال رکھئے گا
اور بہت سی نیک تمنائیں
Vibrant
Foods
Eastern Heritage. Global Outlook.
CHANA DAL
SPLIT LENTILS
CHICK PEAS
CHILLI POWDER
ALMONDS
GREEN RAISINS

Monthly
Germany

AKHBAR-E-AHMADIYYA

VOL 22 | ISSUE 05 | May 2021

ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir